سبو

رحمٰن جامیؔ

جملہ حقوق : بحق آمنہ رحمٰن جامی

نام کتاب : سبُو (مجموعۂ کلام)

نام شاعر : رحمٰن جامی

تعداد : ایک ہزار

سنہ اشاعت : جنوری ۲۰۰۲ء

انتخاب : پروفیسر غنی نعیم

ترتیب و تزئین : عائشہ صدّیقہ

کتابت : محمود سلیم (فون : ۴۴۱۴۳۰۹)
یوسف رضا (فون : ۳۵۲۴۹۴۸)

سرورق : فرہاد تمکنت

شاعر کا اسکیچ : ڈاکٹر دل ہاشمی

قیمت : (-/Rs.175) ایک سو پچھتر روپیے (تیس ڈالر)

طباعت : SAI SPANDANA PRINTERS
PH : 7560077

زیرِ نگرانی : جعفر جری

ملنے کے پتے : (۱) رہائش گاہ مصنّف : "الحرا" قاری صاحب لین،
ہِل کالونی، مہدی پٹنم، حیدرآباد۔ ۲۸ (فون : ۳۵۳۲۲۴۹)

(۲) بکڈپو انجمن ترقی اردو، گلشنِ حبیب، اردو ہال،
حمایت نگر، حیدرآباد۔

(۳) حسامی بکڈپو، ۱۲۵ مچھلی کمان، حیدرآباد۔

(۴) اے ون اسٹیشنری، فرسٹ لانسر، حیدرآباد۔ ۲۸

اِنتسابؒ

حُمیرا جامی ـــــــــ بیٹی

زکریا ـــــــــ داماد

نبیلہ ـــــــــ نواسی

مدیحہ ـــــــــ نواسی

کے نام

جن سے مجھے بہت محبّت ہے

زیرِ اہتمام : قاری محمد عبد العلیمؒ

پلائی اِس قدر ساقی نے میرے رُوٹھ جانے پر
لُنڈھے ساغر لُٹی صہبا بہ ایں آخر سبو ٹوٹا

ترتیب

حمد/مناجات

تو ازل سے ہے اور ابد تک ہے ۹
ترے حضور یہ درخواست لے کے آیا ہوں ۱۲
قرآن ہمارا ۱۴

نعتیں ۱۶

تمہارے ہی دم سے ہیں.... محمدؐ ہمارے ۱۷
ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے...... محمدؐ ہمارے ۱۸

غزلیں ۱۹

ماں نے دعا جو مانگی تھی مقبول ہوگئی ۲۰
تو نے بھی ہم کو چھوٹا........ تہلکہ مچ گیا ۲۱
چل پڑی اندھی ہوا تو ہر شجر گر جائے ۲۲
نہیں ابھرتی کوئی آواز بے آنگن مکانوں میں ۲۳
سنبھل کے ہاں میرے بھائی ذرا سنبھل کے رہو ۲۴
اپنے انجام سے ڈر کر نہیں بولا کرتے ۲۵
محفل محفل میرے من کا کوکو بول گیا ۲۷
زندگی اب میری اس پر ناز فرمانے کو ہے ۲۹
زندگی تو ہے حسیں تجھ سا حسیں کوئی نہیں ۳۰
تھے خوش بہت ہی.... ذرا نہ تھے ۳۲
کیا جانے کہاں کھو گئے سچ بولنے والے ۳۳
اپنی حالتِ دل پہ شرمسار مت ہوؤ ۳۴
ہم سے دنیا میں دکھاوا تو نہیں ہوسکتا ۳۵
یہ دل مرا دنیا کا تمنائی نہیں ہے ۳۶
شعور و آگہی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں ۳۷
کہہ دیتے ہیں منہ پہ سچ، تردید نہیں کرتے ۳۸
ایک غزل بنگلور کے نام ۳۹
کھولئے داستاں کتابیں ہیں ۴۰
مسئلہ تھا تو ہر بات کرنی پڑی ۴۲
جب بھی تکلیف ہوا کرتی ہے ۴۳
آدمی ہو تو عزت نہ بیچو ۴۴
ابتدا ہی میں وہ انتہا ہو گئے ۴۵
تم اپنے دل کو سلیقہ کی چیز کر لینا ۴۶
دھڑکن چرا گئی تری محفل ابھی ابھی ۴۷

چھوٹی بحر کی غزلیں

مانا نازک دل ہے یار ۴۸
بھولا بھالا ہے ۴۹
دل کو بے قرار کر ۵۰
زندگی سے پیار کر ۵۱
بے وفا ۵۲

تمام مطلعوں پر مشتمل غزل

آنکھوں کو چین ہے نہ تو دل کو قرار ہے ۵۳

اٹھانے سے ہمارے کب اٹھا ہے ۵۴

مختلف القوافی و یک ردیف

تری سزا سے ڈر کر آہیں بھرنا... اچھا لگتا ہے ۵۵

روتے روتے تیرا یوں مسکانا... اچھا لگتا ہے ۵۶

مسدسہ ۵۷

ہنسی اس کی ہے ۵۸

محبتوں کے بنا ۵۹

نصیبوں سے ۶۰

گوشۂ احباب ۶۱

مغنی تبسم ۶۲

ہست و بود ۶۳

صالح سخن بھی ہے ۶۴

نذرِ فدا حسین ۶۵

ایک نظم حامد مجاز کے نام ۶۶

دو غزلہ

ایک غزل پروفیسر رحمت یوسف زئی کے نام ۷۱

ایک غزل عماد کے نام ۷۲

ڈاکٹر سید محی الدین ہادی ۷۳

مسیحا ۷۴

ڈاکٹر حیدر خاں ۷۵

ڈاکٹر سید عبدالمنان ۷۶

رضاء الجبار ۷۷

ایم۔ایف۔حسین ۷۸

نظمیں ۷۹

آزاد نظم ۸۰

ازل تا ابد ۸۱

دنیا دنیا ۸۳

جرمِ بے گنہی ۸۴

بالواسطہ رشتہ ۸۵

جہانِ نو ۸۷

میرے نغمے ۸۸

شکستِ خواب ۸۹

نشانِ بے نشان ۹۱

بندھن ٹوٹ سکتے ہیں ۹۲

فکرِ رائیگاں ۹۳

سیلاب ۹۴

دِل ۹۵

دستکِ درد ۹۶

لمحوں کی قید ۹۷

تماشہ ۹۸

سرِ ساحل ۹۹

ذرا نم ہو تو یہ مٹی ۱۰۱

آواز ۱۰۲

تاریخ ۱۰۴

معرّا نظم ۱۰۵

نروان ۱۰۶

وطن لوٹنے کے بعد ۱۰۷

ماحول ۱۰۸

بولتی آنکھیں ۱۰۹

شاید اس طرف سے ہمارا گزر نہ ہو ۱۱۰

سنّاٹا ۱۱۲

قومی نظمیں ۱۱۳

ہندوستان ہمارا ہے ۱۱۴

تلقین ۱۱۸

ہے کشمیر ہمارا ۱۲۰

پابند نظم ۱۲۲

نغمۂ یک جہتی ۱۲۳

بلندی ۱۲۵

اندیشہ ۱۲۶

رباعیات ۱۲۷

ہر شخص یہی سوچ رہا ہے اب تو ۱۲۸

اِس دَور کا انسان بہت سستا ہے ۱۲۹

آسان نہیں وفا کا بوجھ ڈھونا ۱۳۰

گوشۂ فلسطین

مسلمان دنیا کے بس متحد ہوں ۱۳۲

مقصد میں کامیاب فلسطین اب کے ہو ۱۳۴

فلسطین زندہ باد (مخمس) ۱۳۶

فلسطین زندہ باد (مسدس) ۱۳۷

نوائے اہلِ فلسطین ۱۳۹

اسرائیل ۱۴۰

قطعہ ۱۴۲

سانیٹ/تری یولے ۱۴۳

شیشہ ۱۴۴

دفتر کی میز پر ۱۴۵

احباب ۱۴۶

ترے ہونے سے ۱۴۷

فیشن ۱۴۸

یادِ رفتگاں ۱۴۹

سرسید ۱۵۰

بابائے اردو حبیب الرحمٰن ۱۵۱

جگر صاحب ۱۵۲

ڈاکٹر حسینی شاہد ۱۵۳

خیرات ندیم کی موت پر ۱۵۴

شاذ تمکنت کی یاد میں ۱۵۵

اکمل حیدرآبادی کی رحلت پر ۱۵۷
عاتق شاہ کے نام ۱۵۸
حسن یوسف زئی ۱۵۹
ریاست علی تاج کے نام ۱۶۱
محمود انصاری ۱۶۲
مسیحا چلا گیا ۱۶۳

حمد

مناجات

حمد

تو ازل سے ہے اور ابد تک ہے
تیرا اِدراک میری حد تک ہے
میرا احساس جذر و مد تک ہے
اپنی دنیا تو نیک و بد تک ہے
اس سے ہٹ کر تری خدائی ہے
اے خدا تیری ہی بڑائی ہے

تُو اکیلا ہے دونوں عالم میں
تو ہی یکتا ہے دونوں عالم میں
یوں بھی چرچا ہے دونوں عالم میں
تُو ہمارا ہے دونوں عالم میں
اے خدا ہم پہ تیری رحمت ہو
ہم پہ ہر دم تری عنایت ہو

میرے ہندوستاں میں امن رہے
گوشۂ گلستاں میں امن رہے
اک مرے آشیاں میں امن رہے
یعنی سارے جہاں میں امن رہے
اب فسادات سے بچا ہم کو
دے سکوں دل کا اے خدا ہم کو

ساتھ اس زندگی کا چھوٹا ہے
اعتماد آدمی کا ٹوٹا ہے
آسرا آگہی کا جھوٹا ہے
رہنماؤں نے ہم کو لوٹا ہے
اے خدا تو ہی آسرا دینا
راہ سیدھی ہمیں چلا دینا

مُناجات

ترے حضور یہ درخواست لے کے آیا ہوں
کوئی وسیلہ نہیں راست لے کے آیا ہوں

جو تیرے بندے ہیں خود کو خُدا سمجھتے ہیں
اور اپنے آپ کو سب سے جُدا سمجھتے ہیں
شراب خانے کو دارُالہُدیٰ سمجھتے ہیں
تو ایسے عقل کے اندھوں کو کچھ بصیرت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

تری زمین پہ کرتے ہیں یہ جدال و جنگ
ہمیشہ کرتے ہیں یہ کچھ نہ کچھ ہی عُذرِ لنگ
ابھی تک اِن کو نہیں آیا زندگی کا ڈھنگ
تو اِن کو امن کی انسانیت کی رغبت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

مرے خُدا یہ مسلماں ہیں تیرے بندے ہیں
کچھ اِن میں اچھے ہیں کچھ لوگ اِن میں گندے ہیں
کچھ اِن کے دِن کے اُجالے میں کالے دھندے ہیں
مرے خُدا انھیں اسلام کی طریقت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو فساد کرتے ہیں
یہ قتل کر کے بھی قاتل کہاں ٹھہرتے ہیں
امیر رہتے ہیں سُکھ سے غریب مرتے ہیں
سبھی کو امن دے سُکھ چین اور راحت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

ہیں سامراج کی سب حرکتیں شیاطینی
اُدھم مچائی ہوئی ہے جہاں میں بے دینی
ہماری آنکھ میں بھی آگئی ہے کج بینی
عدو کو زیر کروں مجھ کو اتنی طاقت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

دیارِ ہند میں ہندو بھی ہیں مسلماں بھی
ترے حضور فقط ہے یہی دُعا میری
مرے خُدا یہی آواز ہے مرے دل کی
سبھی کو پیار دے آپس میں تو محبت دے
جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں انھیں ہدایت دے

قرآن ہمارا

اللہ کا فرمان ہے قرآن ہمارا
بندوں پہ اک احسان ہے قرآن ہمارا
انصاف کا میزان ہے قرآن ہمارا
ایمان ہے ایمان ہے قرآن ہمارا

ذی قدر ہے ذی شان ہے قرآن ہمارا
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہمارا

جس شخص کی ہر بات میں اللہ رہیگا
قرآن یہاں جسکے بھی ہمراہ رہے گا
وہ شخص بہرحال خود آگاہ رہے گا
بے خوف وہ ہر حال میں واللہ رہے گا

آپ اپنی ہی پہچان ہے قرآن ہمارا
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہمارا

قرآن ہی ہر بھٹکے ہوئے کی ہے ضرورت
قرآن نے انسان کو دی راہِ ہدایت
قرآن نے دی سچے کو جنّت کی بشارت
قرآن نے دی روح کو تسکین کی دولت

ہر لمحہ نگہبان ہے قرآن ہمارا
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہمارا

قرآن کے ہر لفظ میں ہے حکمتِ قرآں
جسنے بھی پڑھا جان گیا عظمتِ قرآں
ہے گفتگو اللہ سے بس صورتِ قرآں
ہے بندۂ مومن پہ سدا رحمتِ قرآں

ہر وقت ہے ہر آن ہے قرآن ہمارا
قرآن ہے قرآن ہے قرآن ہمارا

نعتیں

(۱)

تمہارے ہی دم سے ہیں سارے نظارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے
تمہارے ہی ہیں دہر میں فیض سارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

محبّت کے پیکر ہمارے پیمبر، پیمبر ہمارے محبّت کے پیکر
جہاں بھر میں ہیں یہ سبھی کے دُلارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

سبھی دے رہے ہیں گواہی تمہاری، تمہاری گواہی سبھی دے رہے ہیں
یہ دُنیا یہ دُنیا کے دِلکش نظارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

سبھی کیلئے ہے تمہاری محبّت، محبّت تمہاری سبھی کیلئے ہے
بہائے ہیں تم نے محبّت کے دھارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

خُدایا دوبارہ مدینہ بُلالے، بُلالے مدینہ دوبارہ خُدایا
یہی کہہ کے جامیؔ نے یہ دِن گزارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

ہے جامیؔ کا دامن یہ خالی ابھی تک ابھی تک یہ خالی ہے جامیؔ کا دامن
یہی کہہ رہا ہے وہ دامن پسارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

(۲)

ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے محمدؐ، محمدؐ ہمارے
خدا کہہ رہا ہے نبیؐ ہیں تمہارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

جو ہے بے سہارا یہاں زندگی میں، یہاں زندگی میں جو ہے بے سہارا
نبیؐ نے کہا وہ خدا کو پکارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

یہاں سے وہاں تک ہیں دلکش نظارے نظارے ہیں دلکش یہاں سے وہاں تک
ہیں کس کیلئے خوبصورت اشارے ہمارے محمدؐ، محمدؐ ہمارے

ہمیں مل گیا ہے جو دامن تمہارا، تمہارا جو دامن ہمیں مل گیا ہے
ہمارے ہوئے خوب وارے نیارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

لگے گی یہ کشتی تمہارے سہارے سہارے تمہارے لگے گی یہ کشتی
کنارے کنارے کنارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

ہے رحمت ہمارے نبیؐ کی سبھی پر، سبھی پر ہمارے نبیؐ کی ہے رحمت
ہیں حاجی ہمارے نبیؐ سب میں پیارے ہمارے محمدؐ محمدؐ ہمارے

غزلیں

ماں نے دُعا جو مانگی تھی مقبُول ہو گئی
حق میں مرے حیات مری پھُول ہو گئی

تھا گفتگو میں اُس کی سلیقہ بھی شعر کا
جو بات تھی غلط وہی معقُول ہو گئی

جذبات دِل کے ڈھل گئے شعروں کی شکل میں
ہر بات احتیاط سے منقُول ہو گئی

اب اسکے بعد ختم ہوئی ساری داستاں
سچائی تیری بزم میں مقتُول ہو گئی

تو نے جو کی ذرا سی توجّہ مری طرف
خود ہی توجّہ دُنیا کی مبذُول ہو گئی

افسانہ بن گئی ہے حقیقت ترے بغیر
جو بات سچ تھی جھُوٹ پہ محمُول ہو گئی

جبتک کھڑی ہُوئی تھی عمارت تھی شاندار
جب ٹوٹ کر گری تو فقط دھُول ہو گئی

رُسوائی گھوم پھر کے محبّت کی راہ سے
جامیؔ ہمارے نام سے موصُول ہو گئی

○

تو نے بھی ہم کو جھوٹا دلاسہ دیا پھر سے دِل جل بجھا تہلکہ مچ گیا
اب ترے ساتھ یہ زندگی کا نیا قافلہ لُٹ گیا تہلکہ مچ گیا

چھاؤں میں دُھوپ میں اس نئے رُوپ میں تجھ کو دیکھا جُدا تہلکہ مچ گیا
آئینے میں عجب تیرا بہرُوپ تھا دیکھ کر ہر ادا تہلکہ مچ گیا

ہم یہ سمجھے تھے مِل جائیں گی راحتیں ختم ہو جائیں گی اپنی سب کُلفتیں
ساری مِٹ جائیں گی راہ کی ظُلمتیں، تو نے دھوکا دیا تہلکہ مچ گیا

آن کی آن میں کیسی آندھی چلی، دیکھتے دیکھتے کیسی بِجلی گری
دیکھ کر ناگہاں زِندگی چیخ اُٹھی آگیا زلزلہ تہلکہ مچ گیا

کیسی انفاس پر خامشی چھا گئی، دِل کی ہر آس پر خامشی چھا گئی
گویا احساس پر خامشی چھا گئی، دِل کچھ ایسا لُٹا تہلکہ مچ گیا

ہم سے تو نے جو ہر روز وعدہ کیا رنگ وعدے کا رہ رہ کے گہرا ہُوا
خوب چڑھتا گیا زِندگی کا نشہ، اب جو اُترا نشہ تہلکہ مچ گیا

ایسی رحمٰن جامی نے لِکھی غزل، ساری غزلوں میں لگتی ہے یہ بے بدل
اِنقلاب آ گیا بزم میں پل کے پل آج میرے خُدا تہلکہ مچ گیا

چل پڑی آندھی ہوا تو ہر شجر گر جائے گا
اب کے بارش میں مرا مٹی کا گھر گر جائے گا

کھڑکیاں سب ٹوٹ کر گر جائیں گی اس کے لئے
بھیڑ بڑھتی جائے گی ایک ایک در گر جائے گا

وہ نشے میں ہے اسے کب ہوش اپنا ہے یہاں
میں اٹھاتا ہی رہوں گا وہ مگر گر جائے گا

سر اٹھا کر جو پھرا کرتا ہے مجھ کو دیکھ کر
شرم سے اک روز کٹ کر اس کا سر گر جائے گا

بچ کے جائے گا کہاں الفاظ کا گھایل بھلا
خود بخود احساس کی دہلیز پر گر جائے گا

وہ قلندر ہے اسے مت چھیڑ ورنہ تیرے ساتھ
اس کے قدموں میں ترا سارا نگر گر جائے گا

سب بہا لے جائے گا کچھ دیر میں سیلابِ وقت
پیڑ بھی جامی انا کا ٹوٹ کر گر جائے گا

○

نہیں رُکتی کوئی آواز بے آنگن مکانوں میں
نہیں رہتا کوئی بھی راز بے آنگن مکانوں میں

کسی کو بھی کسی سے کچھ تعلق ہی نہیں رہتا
ہے جینے کا نیا انداز بے آنگن مکانوں میں

ہنسی بھی ہے تو مطلب کی خوشی بھی ہے تو مطلب کی
نیا ہے درد کا آغاز بے آنگن مکانوں میں

سبھی کی ایک سی ہے زندگانی پوچھتے کیا ہو
نہیں ہے کوئی بھی ممتاز بے آنگن مکانوں میں

جو نغمے تھے محبت کے وہ گا کر تھک گئے سارے
بجے تو کیا بجے گا ساز بے آنگن مکانوں میں

کوئی آئے تو کیونکر آئے ملنے کو دبے پاؤں
نہیں رہتا کبھی در باز بے آنگن مکانوں میں

پہاڑوں کی چٹانوں میں بسیرا اپنا ہے جامیؔ
کبھی رہتے نہیں شہباز بے آنگن مکانوں میں

○

سنبھل کے ہاں مرے بھائی ذرا سنبھل کے رہو
ہے اس جہاں میں بُرائی ذرا سنبھل کے رہو

صلہ ملے گا وفا کا بنامِ رسوائی
بہت قریب ہے کھائی ذرا سنبھل کے رہو

تم اپنے سائے سے کہدو کہ اپنی حد میں رہے
بڑائی پھر ہے بڑائی ذرا سنبھل کے رہو

یہ قید و بندِ محبت سہی مگر افسوس
ملے گی پھر نہ رہائی ذرا سنبھل کے رہو

لگن سے ڈھونڈ رہے تھے تم آجتک اس کو
یہ دُنیا ہے میرے بھائی ذرا سنبھل کے رہو

اے میری فکر مری سوچ اب کے آپس میں
کبھی نہ آئے جدائی ذرا سنبھل کے رہو

یہ وہ جگہ ہے جہاں آکے مدّتوں جامیؔ
وفا بھی راس نہ آئی ذرا سنبھل کے رہو

کرو جو نیکی تو دریا میں ڈال دو جامیؔ
ہمیشہ کر کے بھلائی ذرا سنبھل کے رہو

———

○

اَپنے انجام سے ڈر کر نہیں بولا کرتے
سچ مِرے دَور کے رَہبر نہیں بولا کرتے

آگ اُدھر بولتی ہے خون اِدھر چیختا ہے
کون کہتا ہے کہ منظر نہیں بولا کرتے

کر کے دِکھلاتے ہیں ہر شئے بڑی تفصیل کے ساتھ
سَامنے آکے مُقدّر نہیں بولا کرتے

یہ کھُلے ہونٹوں کو بے ساختہ کر دیتے ہیں بَند
مئے پلاتے ہُوئے سَاغر نہیں بولا کرتے

گفتگو کرتے ہیں خاموش نظر سے اپنی
ہونٹ ہِلتے ہیں برابر نہیں بولا کرتے

گھر کے اندر تو بہت شور بپا کرتے ہیں
ہیں شریف آدمی باہر نہیں بولا کرتے

بات سچّی ہے تو خم ٹھونک کے کہتا ہے ہمیں
اپنی عادت ہے کہ چھپ کر نہیں بولا کرتے

جانتا ہوں کہ وہ خاموشی نہیں توڑیں گے
قتل کرتے ہیں ستمگر نہیں بولا کرتے

سوچ کر دیکھئے آجائے گا پھر دل کو یقیں
کچھ غلط بھی تو سخنور نہیں بولا کرتے

بات سنتے ہیں توجہ سے سبھی جامیؔ کی
اور جامیؔ ہیں کہ اکثر نہیں بولا کرتے

○

محفل محفل میرے مَن کا کوُ کوُ بول گیا
گویا سَب کے سَر پر چڑھ کر جادو بول گیا

دیکھ کے تجھ کو توُ ہے میرا ہر سوُ بول گیا
میرے بدن کے اندر میرا لوہوُ بول گیا

سنّاٹا رس گھول رہا ہے بول اُٹھّی خاموشی
گویا آ کر کان میں میرے پھر توُ بول گیا

جیون اپنا گھوم رہا تھا آنکھ پہ پٹّی باندھے
آنکھ کھُلی تو عُمر کا بوڑھا کولہوُ بول گیا

جگ کی آشاؤں نے جب بھی پہنچایا سندیسہ
یہ سنسار ہے فانی لوگو سادھو بول گیا

مَیں نے سُکھ کا قرض لیا تھا اِک دُکھ سے گھبرا کر
اصل سے بڑھ کر سود ہے باقی ساہوُ بول گیا

ڈول گیا ہے تن من میرا جھُوم اُٹھی ہے دھرتی
جب بھی اُسکے پاؤں کا چھن چھن گھُنگرو بول گیا

اُس نے اپنے آپکو جب بھی آئینے میں دیکھا
مَیں مَیں کرنے والا خود ہی توُ توُ بول گیا

یہ شاعر ہے کیسا پاگل جسکا نام ہے جامیؔ
آج بھری محفل میں آکر اردو بول گیا

○

زِندگی اَب میری اس پہ ناز فرمانے کو ہے
آنکھ میں جلوہ ہے جس کا میرے گھر آنے کو ہے

سامنا ہے عِشق کا اور حُسن شرمانے کو ہے
آپ کے دیدار سے اِک انقلاب آنے کو ہے

بَن گئی ہے اِس جہاں میں رَشکِ فہم و آگہی
آپ سے نِسبت یہاں جو مُجھ سے دیوانے کو ہے

لگ رہا ہے مجھ کو ایسا آتی جاتی سانس پر
آپ کی فرقت مسلسل اِک ستم ڈھانے کو ہے

چیز میری ہے مگر اِس پر ہے قابو آپ کا
دِل مِرا سینے میں میرے مُجھ کو تڑپانے کو ہے

مُطمئن ہے میرِ محفِل میری جانب دیکھ کر
یہ سخن میرا، ابھی محفل کو گرمانے کو ہے

اِس لئے رکھا ہے مَیں نے اِن کو اَب تک سینت کر
جان و دِل رحمٰن جاجی اُن کے نذرانے کو ہے

○

زندگی تو ہے حسیں، تجھ سا حسیں کوئی نہیں
مہ لقا کوئی نہیں، ماہ جبیں کوئی نہیں

میرے ہی دم سے تو ہے رونق دنیا ورنہ
آسماں کوئی نہیں اور زمیں کوئی نہیں

آپ نے مجھ سے کوئی بات چھپا رکھی ہے
آپ کہنا ہے تو کہہ دیجے یہیں کوئی نہیں

سب کے سب عصمت و عفت کے دھنی رہتے ہیں
اصل میں عصمت و عفت کا امیں کوئی نہیں

ہم سے جو ملتا ہے مسرور نظر آتا ہے
ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں غمیں کوئی نہیں

بزم میں تیری جو آیا اُسے محسوس ہُوا
خوش و خرّم ہیں سبھی اور حزیں کوئی نہیں

آئینہ بھی یہی کہتا ہے مقابل ہو کر
خوبرو تجھ سا جہاں بھر میں کہیں کوئی نہیں

ویسے کہنے کو تو جامیؔ سے کئی شاعر ہیں
بعد جامیؔ کے یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں

میں اکیلا ہی نظر آتا ہوں ہر سو جامیؔ
جانشیں میرا یہاں کوئی نہیں کوئی نہیں

تھے خوش بہت ہی درد سے واقف ذرا نہ تھے
جب تک ہمارے حال سے وہ آشنا نہ تھے

کشتی کو ڈوبنے سے بچایا تو ہم نے تھا
یہ بات ہے درست کہ ہم ناخُدا نہ تھے

وہ اپنے رہنما تھے مُقدّر کی بات ہے
حالاتِ زندگانی سے جو آشنا نہ تھے

ہم کو ہیں یاد آپ کی کافر ادائیاں
کیسے کہیں کہ آپ کبھی بے وفا نہ تھے

منزل کے راستے میں لُٹے راہ رو سبھی
ڈھونڈا تو قافلے میں کہیں رہنما نہ تھے

مانا کہ دُور دُور تھے راہِ حیات میں
جو ہم خیال لوگ تھے جامیؔ جُدا نہ تھے

○

کیا جانے کہاں کھو گئے سچ بولنے والے
کس واسطے چپ ہو گئے سچ بولنے والے

دی جان بھی سچ بول کے ہر دور میں اپنی
اب کے کہاں بولو گئے سچ بولنے والے

مشکل سے جگایا تھا تو وہ جاگ اُٹھے تھے
سچ بول کے پھر سو گئے سچ بولنے والے

واپس نہیں لوٹے یہی تشویش ہے ابتک
اُس کے یہاں جو جو گئے سچ بولنے والے

تقدیر بنانے کے لئے نکلے تھے لیکن
تقدیر کو ہی رو گئے سچ بولنے والے

دُشمن سے گلے مل کے کیا صاف دلوں کو
جو مَیل تھا سب دھو گئے سچ بولنے والے

جامیؔ کو یہاں دیکھ کے ڈھارس سی بندھی
سمجھا تھا کہ گُم ہو گئے سچ بولنے والے

———

○

اپنی حالتِ دِل پہ شرمسار مت ہووٗ
لازمی ہے رونا تو مُنہ چھُپا کے مت روٗو

مُسکراتے رہنے میں عافیت ہے اس دِل کی
بزمِ غیر میں اپنا یوں بھرم تو مت کھوٗو

ساتھ دے نہیں سکتے ٹھیک ہے نہ دو لیکن
میرے راستے میں تو غم کے خار مت بوٗو

پھر سے باندھ کر ہمت چل پڑو سوئے منزل
ہار کر زمانے سے گھر میں چھُپ کے مت سوٗو

سامنے جو ہے دُنیا اسکو منہ دِکھانا ہے
پھر سے تازہ دم ہووٗ اُٹھ کے ہاتھ مُنہ دھوٗو

کیا ستم ظریفی ہے ہائے اس زمانے کی
کر کے اعتبار اس پر اختیار بھی کھوٗو

اُس سے پیار کرنے کا یہ صِلہ مِلا جامیؔ
اعتبار بھی کھوٗو، دِل پہ بوجھ بھی ڈھوٗو

ہم سے دُنیا میں دِکھاوا تو نہیں ہو سکتا
گھر پہ چونے کا گِلاوا تو نہیں ہو سکتا

آپ کے ساتھ اگر ہوں گے تو بس ہم ہونگے!
آپ کے ساتھ علاوہ تو نہیں ہو سکتا

ایک اِک بات ہمیں یاد ہے بیتے دِن کی
تیری باتوں میں بُھلاوا تو نہیں ہو سکتا

کوئی نیتا بھی تو یہ کہنے کے موقف میں نہیں
اُس کے گھر پر کوئی دھاوا تو نہیں ہو سکتا

اِس زباں سے تری تعریف ہی ہو سکتی ہے
اِس زباں سے کوئی یاوہ تو نہیں ہو سکتا

کیوں بھلا کان بجا کرتے ہیں تنہائی میں
آپ کا کوئی بُلاوا تو نہیں ہو سکتا

پیلے پیتل سے بہل جاتا ہے دِل مُفلس کا
اِس پہ سونے کا چڑھاوا تو نہیں ہو سکتا

ریت اور رسم کی دُنیا ہے یہ جامی صاحب
ہم سے دُنیا کا دِکھاوا تو نہیں ہو سکتا

○

یہ دِل مرا دُنیا کا تمنّائی نہیں ہے
اِس واسطے تنہائی بھی تنہائی نہیں ہے

جینے کی ابھی تک بھی اَدا آئی نہیں ہے
اَب تک ہمیں دُنیا سے شناسائی نہیں ہے

جو بھی ترا برتاؤ ہے مجھ کو ہے گوارا
تجھ سے کوئی شکوہ بھی مرے بھائی نہیں ہے

یادیں تری، ہمراہ ہیں ہر لمحہ ہر اِک پل
تنہائی کے موسم میں بھی تنہائی نہیں ہے

باتوں میں اَثر ہے تو نِگاہوں میں ہے جادو
سَب کچھ سہی اس سوچ میں سچّائی نہیں ہے

مانا کہ ہے ٹھنڈی ہوا لیکن مرے دِل کی
کیسے مَیں کہوں آگ یہ بھڑکائی نہیں ہے

سچ بات تو یہ ہے کہ وفا اس سے ہے باقی
شاعر سہی جامیؔ کبھی ہرجائی نہیں ہے

اِنصاف طلب کیجیے کس شوخ سے جامیؔ
کہنے کو عدالت تو ہے شنوائی نہیں ہے

شعور و آگہی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں
ہیں اندھے روشنی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

ہمیں سے پوچھیے کیا لطف ہے آوارہ گردی میں
جنوں کی خودسری کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

بہت چھوٹی سہی یہ زندگی بھی موت کیسے آ گئے
مگر اس زندگی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

بہت کم لوگ اس دنیا میں خود آگاہ ہوتے ہیں
مری خود آگہی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

ذرا معلوم کیجیے ساقیِ میخانہ واقف ہے
ہماری تشنگی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

غمِ دنیا سے بے گانہ بنا دیتی ہے ویسے بھی
مسلسل بےخودی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

عدالت پر بھروسہ آپکی اب اُٹھتا جاتا ہے
ہماری منصفی کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

سُنیں رحمٰن جامی سے کہ اردو شاعری کیا ہے
ہماری شاعری کی قدر و قیمت آپ کیا جانیں

کہہ دیتے ہیں منہ پر سچ، تردید نہیں کرتے
بے وجہ کسی پر ہم تنقید نہیں کرتے

کچھ لوگ ہیں ایسے بھی اظہارِ حقیقت پر
تعریف تو کرتے ہیں تائید نہیں کرتے

آپ اپنے گریباں میں منہ ڈال کے خود دیکھیں
الزام کی اپنے ہم تردید نہیں کرتے

اک وہ بھی زمانہ تھا ہر روز مناتے تھے
اب عید بھی آتی ہے تو عید نہیں کرتے

اللہ تو واحد ہے تسلیم بھی کرتے ہیں
کیوں دل سے ہم اکرامِ توحید نہیں کرتے

ہر راستہ منزل کا خود اپنا بناتے ہیں
بے کار کسی کی ہم تقلید نہیں کرتے

نقصان بھی اُٹھاتے ہیں تکلیف بھی سہتے ہیں
ہم آج بھی جھوٹوں کی تائید نہیں کرتے

توبہ پہ ہیں قائم بھی مدت سے میاں جامیؔ
ہم اپنے گناہوں کی تجدید نہیں کرتے

ایک غزل بنگلور کے نام

لگتی ہے عطر بیز فضا بنگلور کی
راس آگئی ہے مجھ کو ہوا بنگلور کی

اپنے میں اور غیر میں پہچان ہے کٹھن
چندھیا گئی ہے آنکھ ضیا بنگلور کی

اردو[1] کا پھول کھلتے ہی مرجھا کے رہ گیا
یوں گل کھلا گئی ہے صبا بنگلور کی

خود کو بھلا چکا ہوں تری یاد کے عوض
مقبول ہو گئی ہے دعا بنگلور کی

میں بھی تڑپ رہا ہوں تو وہ بھی ہے مضطرب
حالت نہیں ہے مجھ سے جدا بنگلور کی

الماس[2] اور سبھاش[3] نے اپنا بنا لیا
الیاس[4] سے جڑی ہے وفا بنگلور کی

واپس بھی تم کو جانا ہے جاؔمی یہ سوچ لو
اور تم کو بھا گئی ہے ادا بنگلور کی

ع۱ دور درشن بنگلور پر اردو خبروں کا پروگرام جسے مخالف اردو والوں نے بند کروا دیا۔
ع۲ الماس۔ حمید الماس (دوست) ع۳ سبھاش۔ سبھاش پٹالے (دوست)
ع۴ الیاس۔ سید الیاس الدین قادری (بھانجہ)

○

کھولیئے داستاں کتابیں ہیں
بولیئے ہم زباں کتابیں ہیں

حیدرآباد ہے مِری دُنیا
مَیں وہاں ہوں جہاں کتابیں ہیں

پڑھنے والے تو ہو گئے بوڑھے
لیکن اب تک جواں کتابیں ہیں

مَیں پرندہ ہوں اُڑتا پھرتا ہوں
یہ مرا آشیاں کتابیں ہیں

جن کا کوئی نہیں یہاں اُن کا
باخُدا مہرباں کتابیں ہیں

سربلندی یہیں تو ہے لوگو
اصل میں آسماں کتابیں ہیں

طالبِ علم ہیں ابھی تک ہم
چھپ رہی ہیں، یہاں کتابیں ہیں

جس جگہ بات کرنا مشکل ہے
اس جگہ ہم زباں کتابیں ہیں

کچھ دنوں سے ہے بند داد و ستد
جانے کیوں بدگماں کتابیں ہیں

کالا اکثر ہے بھینس جس کے لئے
اس کی جاں کا زیاں کتابیں ہیں

اور پھیلے گی نکہتِ اردو
ہائے کیا گلستاں کتابیں ہیں

اِن سے پہچان ہے مری جامیؔ
میرا نام و نشاں کتابیں ہیں

○

مسئلہ تھا تو ہر بات کرنی پڑی
بات ہر ایک کے سات کرنی پڑی

خود کو پہچاننے کا تھا یہ مرحلہ
آئینے سے مُلاقات کرنی پڑی

زندگی یوں بھی جذبات کا کھیل ہے
اِس لئے نذرِ جذبات کرنی پڑی

درد اُٹھتا تھا سینے میں صدمات کا
ضبط کر کر کے ہیہات کرنی پڑی

بھولتا جا رہا تھا یہاں خود کو میں
آج خود سے مُلاقات کرنی پڑی

شعر بھی حسبِ موضُوع کہنے پڑے
بات بھی حسبِ حالات کرنی پڑی

شہر کی شب میں شب خون پڑنے لگے
جنگلوں میں بسر رات کرنی پڑی

شعر کہہ کہہ کے رحمٰن جامی مجھے
صبحِ پُرنُور ہر رات کرنی پڑی

———

جب بھی تکلیف ہُوا کرتی ہے
دِل کی تعریف ہُوا کرتی ہے

شعر کا وصف یہی ہے اکثر
تیری توصیف ہُوا کرتی ہے

گفتگو ہوتی ہے جب بھی تم سے
غم میں تخفیف ہُوا کرتی ہے

شعر میرے وہ پڑھا کرتے ہیں
جن میں تحریف ہُوا کرتی ہے

عِشق کی بات جو مَیں کہتا ہوں
ایک تصنیف ہُوا کرتی ہے

بات جامیؔ کی رقم کرتا ہوں
دِل کی تالیف ہُوا کرتی ہے

○

آدمی ہو تو عزّت نہ بیچو
ہے بہت بیش قیمت نہ بیچو

پھر میسّر نہ ہو گی کبھی یہ
ہمدمو اپنی غیرت نہ بیچو

کام آئے گا اپنے کسی دِن
دِل ہے اس کی صداقت نہ بیچو

تم بھی کمزور کے کام آؤ
ہم نواؤں کی طاقت نہ بیچو

جھوٹ کا ساتھ دینے کی خاطر
اپنے دشمن کو طاقت نہ بیچو

مَیں نے مانا کہ تاجر ہو چکے
زِندگی کی شرافت نہ بیچو

آزمائش[ع۱] کی جاں گھڑی ہے
شاعری کی یہ دولت نہ بیچو

ع۱ میری بیکاری کے زمانے میں ایک سرکاری افسر اعلیٰ نے چالیس ہزار کے عوض ان کے نام سے لکھ دینے کی فرمائش کی تھی۔

ابتدا ہی میں وہ انتہا ہو گئے
گویا ملنے سے پہلے جُدا ہو گئے

بُت پرستی ہمیں یُوں بھی آتی نہیں
لوگ نیتا ہوئے تو خُدا ہو گئے

کر کے ہمدردیاں اپنے احباب سے
آپ اپنے کئے کی سزا ہو گئے

خامشی میں چھُپی تھیں غلط فہمیاں
بات کرنے سے پہلے خفا ہو گئے

ساتھ اپنا ہُوا تھا تو اِتنا ہُوا
آشنا جو نہ تھے آشنا ہو گئے

ہم نے دِکھلا دیا تھا انہیں آئینہ
جانے کیوں لوگ ہم سے خفا ہو گئے

راہزن جتنے تھے اِنتخابات میں
دیکھتے دیکھتے رہنما ہو گئے

میری آنکھوں نے کیا جانے کیا کہہ دیا
خود وہ جامی مرا آسرا ہو گئے

○

تم اپنے دل کو سلیقے کی چیز کر لینا
بسا کے درد، وفا کو عزیز کر لینا

تمہارا جلوہ نظر آ رہا ہے پردے میں
تم اس کو اور ذرا سا دبیز کر لینا

یہ ہم نے مانا کہ عادت بری ہے چاہت کی
ہمیں بھی آتا ہے اس کو کنیز کر لینا

مجھے بس اتنا ہی کہنا ہے جب کسی سے ملو
برے بھلے میں ذرا سی تمیز کر لینا

کمال ہم کو یہ آتا ہے سادہ پانی بھی
تمہارے نام سے پی کر نبیذ کر لینا
قافیۂ صوتی

جہاں ہو ذکرِ محبت جہاں ہو ذکرِ وفا
وہاں پہ درد وغیرہ کو "نیز" کر لینا

بھلا سکو تو بھلا دینا یادِ ماضی کو
ذرا یہ کام بھی جا مئی "پلیز" کر لینا

غزل

(فلم "جان کے بدلے جان" کیلئے)

دھڑکن چرا گئی تری محفل ابھی ابھی
اک ار چوٹ کھا گیا یہ دِل ابھی ابھی

اُڑتے رہے خیال کی دُنیا میں تیرے سنگ
تاروں کی ہم تو بن گئے منزل ابھی ابھی

پگ پگ پہ ساتھ تھا سانسوں کا قافلہ
منزل پہ آکے لُٹ گئی منزل ابھی ابھی

وعدے کئے تھے چلنے کے ہر دم قدم قدم
آنکھیں وہی چُرا گئے بزدِل ابھی ابھی

طُوفان بنکے جس نے ڈبوئی تھیں کشتیاں
ٹکرا گیا ہے ہم سے وہ ساحل ابھی ابھی

چھوٹی بحروں کی غزلیں؎

مانا نازک دِل ہے یار
اُلفت کے قابل ہے یار

جو معصوم سا لگتا ہے
وہ ہی تو قاتِل ہے یار

آساں جِس کو سمجھا تھا
کام وہی مشکل ہے یار

نیتا کی سچّائی کا
ہر دعویٰ باطِل ہے یار

شور ہمیشہ کرتا ہے
کیرل[۱] کا ساحل ہے یار

شعر وہی کہلاتا ہے
جو دِل پر نازل ہے یار

کِس سے اب فریاد کریں
کون یہاں عادِل ہے یار

چلنا ہے بس چلنا ہے
دُور ابھی منزل ہے یار

فنِ شعر کی دانائی
جامیؔ کو حاصل ہے یار

۱؎ کیرالا

○

بھولا بھالا ہے
دل متوالا ہے

اُجلا ہے تن کا
من کا کالا ہے

کہہ بھی دے جب تک
سُننے والا ہے

اب تو سمجھا کر
دِل کو ٹالا ہے

لُوٹا ہے اُس نے
جو رکھوالا ہے

مجھ پر نینوں نے
جادو ڈالا ہے

جامیؔ کو دُکھ نے
پوسا پالا ہے

○

دل کو بے قرار کر
آنکھ اشکبار کر

حق کے راستے پہ چل
اپنی جاں نثار کر

انقلابِ وقت ہوں
میرا انتظار کر

حوصلے سے کام لے
یوں نہ بیٹھ ہار کر

زندگی ہے کام کی
زندگی سے پیار کر

لوٹنا ہے پھر تجھے
چار دن گزار کر

بول جاؔمیؔ حزیں
سوچ کر بچار کر

○

زندگی سے پیار کر
غم کو اختیار کر

میں ترا نصیب ہوں
مجھ پہ اعتبار کر

سچ کی جو بھی راہ ہے
اس کو اختیار کر

ہر گناہ گار کو
آدمی شمار کر

میرے سامنے تو آ
مجھ سے آنکھیں چار کر

اُس طرف ہے روشنی
تیرگی تو پار کر

جیت جامیؔ حزیں
ہر خوشی کو ہار کر

بے وفا
آ بھی جا
رنج و غم
بھول جا

ہر گھڑی
مسکرا

زندگی
آزما

چاندنی
دِل رُبا

شاعری
گُنگُنا

حُسن ہے
ابتداء

عشق ہے
انتہا

بے خودی
با خُدا
تشنگی
کربلا

دِل مرا
مَت دُکھا

خوب ہے
ماجرا

عاشقی
ہے بَلا

بات سُن
مان جا

مت بھٹک
راستہ

کام میں
دل لگا

(۹ مطلعوں پر مشتمل)

آنکھوں کو چین ہے نہ تو دل کو قرار ہے
دن ہو کہ رات صرف ترا انتظار ہے

پیراہنِ وجود مرا تار تار ہے
مشکل بہت جنوں کی مرے رہ گزار ہے

سنتے ہیں ذہن ہی کئی دن سے فرار ہے
ایسے میں میرا دل ہی یہاں برقرار ہے

تم میرے ساتھ ہو تو خزاں بھی بہار ہے
موسم مرے وطن کا بڑا خوشگوار ہے

اہلِ ہوس کے ہاتھ میں اب اقتدار ہے
چھٹکارہ اس سے پانے کا کچھ تو وچار ہے

جس دن سے میری آنکھوں میں تصویرِ یار ہے
گردن جھکا نا میری انا پر بھی بار ہے

تلوؤں کی آبیاری کو ہر نوک خار ہے
رستے میں میرے پاؤں کا نقش و نگار ہے

چہرے پہ زندگی کے مسلسل نکھار ہے
جامیؔ سمجھ میں آیا کہ فصلِ بہار ہے

اُٹھانے سے ہمارے کب اُٹھا ہے
تِری آنکھوں پہ جو پردہ پڑا ہے

تجھے تو چاہیے کچھ ہو جیتنا ہے
نہ گھبرا دِل مِرے اللہ بڑا ہے

تِری باتوں میں یہ کیسا نشہ ہے
جو سُنتا ہے وہ تیرا ہمنوا ہے

زمیں کے حال پر وہ رو رہا ہے
فلک کا دِل بھی اب ٹوٹا ہُوا ہے

مِرے احباب سے مَیں نے سُنا ہے
وہ ظالم آجتک مجھ سے خفا ہے

ترے دَر سے جو دُھتکارا ہُوا ہے
ذلیل و خوار ہو کر جی رہا ہے

بھلا کب اُس نے یہ دعویٰ کیا ہے
بڑا رحمٰن جامی پارسا ہے

(مختلف القوافی و یک ردیف)

تیری سزا سے ڈر کر آہیں بھرنا اچھا لگتا ہے
میرے خدا یوں تجھ سے اکثر ڈرنا اچھا لگتا ہے

اب بھی مجھ کو حسن پہ اس کے مرنا اچھا لگتا ہے
روز اس کے بارے میں باتیں کرنا اچھا لگتا ہے

اسکو دیکھ کے جینا ویسے اپنا ہے اصلی مقصد
اسکی راہ میں گھنٹوں یوں ہی ٹھہرنا اچھا لگتا ہے

آوارہ گردی کیوں اچھی لگتی ہے کیا بتلاؤں
تیری گلی سے مجھ کو روز گزرنا اچھا لگتا ہے

یادوں سے کیا لینا دینا یہ تو ظالم ہوتی ہیں
بیتی باتوں کو اب اپنی بسرنا اچھا لگتا ہے

پیار کی ندیا ظالم جتنا ڈوبو اتنی ہی گہری
اس ندیا میں ڈوب کے پار اترنا اچھا لگتا ہے

جامی کی باتوں سے دل کو ہوتا ہے ہر وقت سکوں
علم و ہنر کی اس سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے

○

روتے روتے تیرا یوں مُسکانا اچھّا لگتا ہے
رُوٹھ کے مجھ سے پھر تیرا مَن جانا اچھّا لگتا ہے

کر کے محبّت جذبوں میں بہہ جانا اچھّا لگتا ہے
شام ڈھلے پھر ساقی اور میخانہ اچھّا لگتا ہے

تیرے فراق میں غزلیں لکھ کر گانا اچھّا لگتا ہے
خود بھی تڑپنا تجھ کو بھی تڑپانا اچھّا لگتا ہے

آئینے میں بدلا بدلا چہرہ جانے ہے کس کا
آئینے میں اَب کے یہ بیگانا اچھّا لگتا ہے

سنجیدہ سنجیدہ غم ہے رنجیدہ رنجیدہ دِل
ایسے میں اے دِل تجھ کو بہلانا اچھّا لگتا ہے

صحرا صحرا قیس سے مِلکر جامیؔ خود ہی بول اُٹھّا
میری صُورت والا یہ دیوانہ اچھّا لگتا ہے

مسدّسه

ہنسی اُسکی ہے

وقت جب شوخ پہ آتا ہے، ہنسی اُسکی ہے
جس سے غم ہاتھ ملاتا ہے، ہنسی اُسکی ہے
سب کو ہنسنا نہیں آتا ہے حقیقت ہے یہی
خود پہ ہنسنا جسے آتا ہے، ہنسی اُسکی ہے
بھُول جاتے ہیں ہنسی دردِ جُدائی میں سبھی
جس کو یہ درد رُلاتا ہے، ہنسی اُسکی ہے

محبّتوں کے بنا

نظر سے گر کے خود اپنی اُٹھا نہیں جاتا
خیال و خواب سے وہ واقعہ نہیں جاتا
جو چڑھ چکا ہے وفا کا نشہ نہیں جاتا
جو دل کا حال ہے اب وہ کہا نہیں جاتا
جنوں کا جذبہ جو ہے آدمی میں آ ہے جا مگر
محبّتوں کے بنا تو جیا نہیں جاتا

نصیبوں سے

ہے زندگی میں محبّت یہاں نصیبوں سے
ہے یوُں بھی جشنِ مسرّت یہاں نصیبوں سے

میسّر آتی ہے راحت یہاں نصیبوں سے
کسی کو مِلتی ہے عزّت یہاں نصیبوں سے

یہ کامیابی کی لذّت بھی آپ کو جامیؔ
ملے گی حسبِ ضرورت یہاں نصیبوں سے

گوشۂ احباب

مُغنی تبسّم

سراپا محبّت ہیں مُغنی تبسّم
مجسّم شرافت ہیں مُغنی تبسّم
مدیرِ حقیقت ہیں مُغنی تبسّم
رُخِ شعر و حکمت ہیں مُغنی تبسّم
بہت کم سخن ہیں یہ ہے اک حقیقت
یہی اک حقیقت ہیں مُغنی تبسّم
بہت خوش لباسی میں مشہور ہیں یہ
بڑے خوبصورت ہیں مُغنی تبسّم
نئے دَور کے زورِ ایوانِ اردو
ہماری ضرورت ہیں مُغنی تبسّم
یہ نقّاد بھی ہیں محقّق بھی ہیں یہ
ادیبِ صداقت ہیں مُغنی تبسّم
ترقی پسندی سے آگے ہیں جامی
سَدا اہلِ جدّت ہیں مُغنی تبسّم

(جشنِ مغنی تبسّم میں پڑھی گئی)

ہست و بود

(جمیل شیدائی کی شادی پر)

کہاں تک
یہ جہاں ٹھہرا رہے گا
جہاں تک
آسماں ٹھہرا رہے گا
مگر کیا
ساتھ اس کے اپنا گھر اپنا مکاں ٹھہرا رہے گا
یقیناً
زندگی کے درمیاں ٹھہرا رہے گا
ابھی اس کے علاوہ
اک محبّت کا نشاں ٹھہرا رہے گا
ہمارے اور تمہارے درمیاں
اک امتحاں ٹھہرا رہے گا
مسلسل
داستاں در داستاں ٹھہرا رہے گا
جہاں ٹھہرا رہے گا

صالح سخن بھی ہے

احباب کے شمار میں صالح سخن بھی ہے
مخصوص نین چار میں صالح سخن بھی ہے

تحصیلِ افتخار میں صالح سخن بھی ہے
دُنیائے اعتبار میں صالح سخن بھی ہے

جو راستہ دِکھاتا ہے ہر کاروان کو
اِس وقت کے غُبار میں صالح سخن بھی ہے

جن کے سبب ہے آبروِ فصلِ بہار کی
گُلہائے روزگار میں صالح سخن بھی ہے

اپنی جگہ وقار سے تنہا کھڑا ہُوا
اِس دورِ انتشار میں صالح سخن بھی ہے

باقی ہے جِس سے شان مِرے رائچور کی
یعنی مِرے دیار میں صالح سخن بھی ہے

یاروں کے کام آتا ہے جاآمی وہ ہر گھڑی
یارانِ طرحدار میں صالح سخن بھی ہے

(نذرِ فدا حسین)

آگ ہی آگ ہے اس بار ہوس کے گھر میں
پھیل جائے نہ کہیں حسن و ادا کے گھر میں

لاکھ طوفان اُٹھے لاکھ ہی آندھی آئے
پھول کھِلتے ہی رہے بادِ صبا کے گھر میں

بے وفائی نے تری جب بھی گرائی بجلی
اِک دراڑ آئی ہے ہر بار وفا کے گھر میں

خیر مقدم کو فرشتے بھی کھڑے ہیں ہر سو
کون آیا ہے گنہگار خدا کے گھر میں

کوئی مظلوم خدا جانے کہاں چیخ پڑا
ایک ہلچل سی مچی آج دُعا کے گھر میں

آپ محفل تو سجا لیجئے موسیقی کی!
دل جلے آئیں گے پھر "شعر و نوا" کے گھر میں

کیمپ والے بھی کبھی یاد کریں گے مجھ کو
یار جانی کوئی رہتا تھا فِدا[1] کے گھر میں

[1] فِدا حسین میرا کلاس میٹ۔ راجلی بندہ انی کٹ ڈیم میں ملازمت کے دوران میں اسی کے ساتھ رہا کرتا تھا

ایک نظم حامد مجاز کے نام

جہاں "انداز کیفے" ہے
وہ ہے اس شہر کا مشہور تاریخی محلہ
نام جس کا کاچی گوڑہ ہے
مرے گھر سے بہت ہی دُور واقع ہے
جہاں حامد مجاز اپنا سہانا گھر بسائے ہے
کہاں ہِل کالونی ہے اور کہاں یہ کاچی گوڑہ ہے
مگر یہ دُوریاں یہ فاصلے حائل نہ ہو پاتے
کبھی حامد مجاز و قادر و رحمٰن جامی میں

وہی انداز کیفے ہے
وہی انداز کیفے کا حسیں مخصوص گوشہ ہے
وہی مخصوص ٹیبل ہے
وہی ہیں کرسیاں ساری
مگر منشی نیا ہے
علاوہ اس کے بیرے بھی نئے ہیں
سُنا ہے اِس کا مالک بھی نیا ہے
فقط ہم ہی پُرانے ہیں

قریب و دُور جو ہوٹل میں سارے ہم نشیں ہیں
اُن کے چہروں سے یہ لگتا ہے
مسائل سے پریشاں ہیں

وہی انداز کیفے ہے
مِری جانب اِدھر حامد مجاز اور اُس طرف عباسؒ بھائی ہیں
ہمارے ساتھ ہیں قادر بھی ناظر بھی
قدیرؒ انصاری بھی شامل ہے محفل میں
دکبھی حامد مجاز آجاتے ہیں ہِل کالونی ہمراہ منظرؒ کے
تو پھر ہم بیٹھتے ہیں میرؒ کیفے میں)
وہی ہے گفتگو بھی نابغہ اپنی
کبھی شعروادب اور علم وفن
تنقید بھی موضوعِ مبحث ہے
وہی سب روزمرہ کا قرینہ ہے
وہی سب زندگانی کا تقاضہ ہے
وہی ہے زندگی کی ساری سرگرمی

وہی ہم ہیں وہی انداز کیفے ہے
وہی ہم ہیں وہی پھر میر کیفے ہے

وہی ہلچل پُرانی ہے
وہی اپنی کہانی ہے
کہ جیسے طنز کرتی زندگانی ہے
یہ دنیا بھی پُرانی ہے مگر ہر دم سُہانی ہے
کہ جیسے تیز دریا کی روانی ہے
نہیں رُکتا کسی کے واسطے دریا
یہ دریا زندگی کا تیز تر بہتا ہی رہتا ہے
یہ دریا عُمر بھر بہتا ہی رہتا ہے

۱؎ محمد عبدالقادر (قادر نادری) الکٹریکل انجینیئر جو میرے اور حامد مجاز کے مشترکہ دوست ہیں۔

۲؎ عباس بھائی۔ ہم دونوں کے مشترکہ دوست۔

۳؎ ناظر۔ پروفیسر سید سراج الدین ماہر اقبالیات کے چھوٹے بھائی اور ہمارے مشترکہ دوست۔

۴؎ قدیر انصاری (شاعر فتراک) میرے شاگرد۔

۵؎ منظر الزماں خاں۔ جدید شارٹ اسٹوری رائٹر اور ناول نگار۔

۶؎ "میر کیفے"۔ مہدی پٹنم چوراہے پر مشہور کیفے جواب "معراج کیفے" کہلاتا ہے۔

دوغزلہ

(پروفیسر رحمت یوسف زئی صدر شعبۂ اردو حیدرآباد یونیورسٹی کے نام)

(۱)

سمجھا تھا سیدھا ہے خان
سب اُلٹا پلٹا ہے خان

دیکھو آنکھ کھُلی رکھ کر
جگ سارا اندھا ہے خان

کس کو کس کو جھٹلائیں
سودا تو سودا ہے خان

شہرِ محبت میرا تو
سب دیکھا بھالا ہے خان

کس سے دِل کی بات کہوں
کون یہاں اپنا ہے خان

شوخی تیری یاد آئی
جب بھی دِل دھڑکا ہے خان

دروازے سب بند رکھو
چوروں کا کھٹکا ہے خان

لوگ بڑے گمراہ ہوتے
یہ تو ابھی بچہ ہے خان

جامیؔ کی تم بات سُنو
ایک وہی سچا ہے خان

(۲)

سپنا تو سپنا ہے خان
کب سپنا سچا ہے خان

سچ تو یہ ہے اُردو بھی
پیار کی اِک بھاشا ہے خان

جو سِکھلاؤ بولے گا
بیٹ بڑا توتا ہے خان

ہر دِن ہے اِک اسکینڈل
ہر دِن اِک کھیلا ہے خان

جس کو وزارت کہتے ہیں
اِک بہتا دریا ہے خان

نام تو اس کا سورج ہے
اندھیارا پھیلا ہے خان

شہر میں ہے اِک شاعر بھی
جس کا کچھ چرچا ہے خان

شہر میں اِک شاطر بھی ہے
کپڑوں میں ننگا ہے خان

لگتا ہے اُس کے سر میں
چِڑیا کا بھیجہ ہے خان

سچ کہتے ہو جامی بھی
ہاں بھولا بھالا ہے خان

(ایک غزل پروفیسر رحمت یوسف زئی کے نام)

ہر سُو اِک جھگڑا ہے خان
دُنیا اِک چھکڑا ہے خان

مجھ میں اور اس دُنیا میں
جھگڑا ہی جھگڑا ہے خان

اس سے لوہا لینا ہے
وقت مگر تگڑا ہے خان

دُنیا عِزّت کرتی ہے
جو کچھ ہے کپڑا ہے خان

دوست کِسے تو کہتا ہے
کِس پر تو اکڑا ہے خان

چور تو اپنا نیتا ہے
یہ کِس کو پکڑا ہے خان

جالا بُنتا رہتا ہے
ارماں اِک مکڑا ہے خان

قد میں سب سے اونچا ہے
اِک لمبا لکڑا ہے خان

سونا ہاتھ آیا ہے جب
جامیؔ کو رگڑا ہے خان

(ایک غزل میرے بھانجے عماد کے نام)

اَب کیا سزا ہے بندۂ بے دام کے لئے
مجھ پر تمہارے پیار کے الزام کے لئے

منظوم گالیاں ہمیں دیتے ہیں روز و شب
ہم رہ گئے ہیں آپ کی دُشنام کے لئے

مِلتا نہیں ہے خدمتِ خاموش کا صِلہ
تشہیر بھی ضروری ہے ہر کام کے لئے

تھکنے کے بعد کوئی نہ پوچھے گا آپ کو
کچھ وقت بھی ضروری ہے آرام کے لئے

انجام کار کچھ بھی ہو اِس کی نہیں ہے فِکر
کچھ لوگ کام کرتے ہیں بس کام کے لئے

بگڑا ہے اِتنا آپ کے میخانے کا نظام
میخوار بے قرار ہیں اِک جام کے لئے

اپنی سلامتی بھی ہے جا آمی ع بٹی ہوئی
کچھ صبح کے لئے ہے تو کچھ شام کے لئے

ڈاکٹر سید محی الدین ہادی صدر شعبۂ عربی انوار العلوم کالج

کی کتاب "نقشِ تابندہ" کی رسمِ اجرا پر

فی البدیہہ قطعہ

آپ کی تحریر کا ہر نقش تابندہ رہے
آپ کا ہر قول ہر احساس دل زندہ رہے
ہادی بھائی یہ دعا ہے اب مری ، ہر حال میں
ہر مخالف آپ کا ہر بار شرمندہ رہے

●●

مسیحا

(ڈاکٹر راج بہادر گوڑ کے نام)

راج بہادر گوڑ
اِک انساں ہے جس کے دِل میں دُنیا بھر کا درد
دنیا بھر کے انسانوں میں ہے مردوں کا مرد
راج بہادر گوڑ
ایک ادیب تحریروں میں جس کی ہے اِک شان
جن کو پڑھ کر آجاتی ہے بے جانوں میں جان
راج بہادر گوڑ
اِک لیڈر ہے جو بتلائے سیدھی سچّی راہ
ہندو مسلم سکھ عیسائی سب سے اُس کی چاہ
راج بہادر گوڑ
اِک نقّاد جس کے قلم سے نکلے سچّی بات
جس کی باتوں سے ہوتی ہے پھولوں کی برسات
راج بہادر گوڑ
ایک مسیحا جس کے ہاتھوں چنگا ہو بیمار
قدرت کے ہاتھوں کا گویا اک عمدہ شہکار

ڈاکٹر حیدر خان

دل کے ماہر زندگی کے نور حیدر خان ہیں
علمِ طب میں دور تک مشہور حیدر خان ہیں
حیدرآبادِ دکن کو ان پہ جامی ناز ہے
ساری دنیا میں بڑے دکتور حیدر خان ہیں

ڈاکٹر سیّد عبدالمنّان

جانِ اُردو کا سراپا ڈاکٹر منّان ہیں
شانِ اُردو کا سراپا ڈاکٹر منّان ہیں
ہر جگہ ان کی صدارت اس کا ہے بیّن ثبوت
آنِ اردو کا سراپا ڈاکٹر منّان ہیں

فخر و شانِ کج کلاہی ڈاکٹر منّان ہیں
جرمِ اُردو کی گواہی ڈاکٹر منّان ہیں
ان کے دم خم سے فتوحاتِ زباں حاصل ہوئیں
ایک اُردو کے سپاہی ڈاکٹر منّان ہیں

ہے بھی اردو کا ٹھکانا اپنے اردو ہال سے
ان کا رشتہ ہے پرانا اپنے اردو ہال سے
انجمن کی ہر ترقی کا سبب منّان ہیں
آج واقف ہے زمانہ اپنے اردو ہال سے

رضاءُ الجبّار

لفظ و معنیٰ ہیں رضاء الجبّار
اِک زمانہ ہیں رضاء الجبّار
بُنتے رہتے ہیں فسانے کیا کیا
تا نا بانا ہیں رضاء الجبّار

○

یوُں ہی جذبوں میں بہا کرتے ہیں
دِل کے افسانے کہا کرتے ہیں
پہلے رہتے تھے دکن میں اپنے
اب کینیڈا میں رہا کرتے ہیں

ایم۔ ایف۔ حُسینؔ

خالق نے جس کو خلق کیا اہتمام سے
پھر اُس کا نام سوچ کا معیار ہوگیا
موئے قلم سے حُسن کا اظہار ہوگیا
واقف ہر اہلِ فکر ہوا اُس کے نام سے

جس شئے کو اُس نے چھولیا وہ نور بن گئی
برقِ تجلّی بن گئی پھر طور بن گئی
تصویرِ زندگی ہوئی مشہور ہوگئی!
پھر رفتہ رفتہ حُسن پہ مغرور ہوگئی
فن اس کا صبح و شام لُٹا عام ہوگیا
سارے جہاں میں اُس کا بڑا نام ہوگیا

جامیؔ یہی مصوّرِ حُسن و جمال ہے!
جس کی ہر اک لکیر میں مخفی کمال ہے
جس کی نظر میں فن ہی فقط فرضِ عین ہے
نام اُس عظیم شخص کا ایم۔ ایف حُسین ہے

نظمیں

آزاد نظم

ازل تا ابد

(آمنہ رحمٰن جامی کے نام)

جب تمہیں دیکھا
مِرے دل نے کہا
تم ہو حسیں
تم ہو مِرے دِل کے قریں
کتنے یُگ بیت گئے

پھر تمہیں دیکھا
تو یہ دل نے کہا
تم سے مِرا رشتہ ہے
مَیں نے قرنوں سے تمہیں چاہا ہے

اور اسی بات پہ برسوں مِرے دل نے سوچا
کئی اُمیدیں کئی خواب، حسیں میرے خیال
تم سے وابستہ رہے
اور پھر کتنے ہی اُٹھتے رہے رہ رہ کے سوال
جن سے دِل ڈرتا رہا
کِتنے یُگ بیت گئے

اور اب مَیں نے تمہیں پایا ہے
اور اب تم ہو مِری جانِ وفا
تم نے اب مجھ سے کہا چھُپ چھُپ کے
تم نے بھی چاہا تھا، چھُپ چھُپ کے مجھے قرنوں سے
تم نے بھی میری تمنّا کی تھی
مجھ سے محبّت کی تھی

اور اب پا کے تمہیں
سوچ رہا ہوں مَیں یہ
جانے یہ کون سا یُگ ہے جس میں
قرن ہا قرن میں دو جسم ملے ہیں آ کر
جانے یہ کون سا ہے اپنا مِلن

دنیا دنیا

یہ دنیا ایک دوزخ ہے
جہاں ہر آرزو جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے
وفا کے نام میری آبرو جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے
یہ دُنیا کو بکو جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے
یہ سب کچھ میرا حصّہ ہے

یہ دنیا ایک جنّت ہے
جہاں ہر دم
جنوں بھی آگہی معلوم ہوتا ہے
مرا غم بھی خوشی معلوم ہوتا ہے
سبھی کچھ زندگی معلوم ہوتا ہے
یہ سب کچھ تیرا حصّہ ہے

جُرمِ بے گنہی

نُور کے دریچے سے
دیکھتا ہوں لوگوں کو
سب کے سب اندھیرے میں
ہو گئے ہیں گم جیسے

زندگی کی راہوں میں
موت جیسے حائل ہے
دِل کی ہر تمنّا کا
خون ہو رہا ہے یوں
ایک ناسمجھ بچّہ
تتلیوں کو ہاتھوں سے
بے سبب مَسلتا ہے

ہر صلیبِ استادہ
ڈھونڈتی ہے عیسیٰ کو
بے گناہ میں بھی ہوں
مَیں بھی مسیح کا مجرم ہوں

بالواسطہ رشتہ

تم بھی خواہ ہو میرے
مجھے تسلیم مگر
تم یہ کیا کرتے ہو انجانے میں
اُس سے تم ملتے ہو
میں جس سے گریزاں ہُوں بہت
جان کر تم کو بھی خواہ مِرا
وہ تمہیں اور بھی نزدیک بُلا لیتا ہے
اور تم اندھی عقیدت میں چلے جاتے ہو
یہ بھی سچ ہے کہ فقط میری محبت میں چلے جاتے ہو

اور وہ تم سے بڑے چاؤ سے
ہر بات مری پوچھتا ہے
اور تم اُس کو ہر اک بات بتا دیتے ہو
اور پھر اُس کے عوض
کوئی شکوی نُما پیغام نیا لے کے چلے آتے ہو
تم کو کیا علم (کہ تم سادہ ہو)
اُس کا یہ مشغلہ برسوں سے ہے
اور اب تک ہے
جان کر تم کو بھی خواہ مِرا
وہ تمہیں اور بھی نزدیک بُلا لیتا ہے
اُس سے بالواسطہ اک رشتہ ہے

جہانِ نَو

نقش و نِگارِ لوح و قلم
زندگی کا غم
تحریر بیش و کم
لکھا ہُوا کچھ اور ہے
لِکھنا ہے ہم کو اور
کچھ تم بھی لِکھو
مَیں بھی لِکھوں
قصّہ حیات
تم حُسنِ شش جہات
مَیں عشقِ باثبات
تقدیرِ کائنات
تم ساتھ دو اور اپنی زباں سے کہو کہ "ہاں"
(گر تم ہو مہرباں)
آؤ بچھائیں اپنی بساطِ جہانِ نَو
لُو دیکھ لُو سلگ اٹھی کِتنے دِلوں کی لَو

میرے نغمے

مَیں اُن نغموں کا خالق ہوں
جنگل جنگل جن کو اب تک گاتا آیا
"صدیوں" سے ہر ایک گڈریا
گاتا آیا بستی بستی پیار کی دُھن پر
شہروں شہروں سارا زمانہ

نطق سے میرے
جو آواز بھی نکلی اب تک
سیدھی سچی کھٹی کڑوی
ایک امانت جان کے مَیں نے
لفظوں کے پیکر دے دے کر
آج اِس قابل کر ڈالا ہے
اب خود آنکھ مِلا کر مجھ سے
ایک اک نغمہ پوچھ رہا ہے
شہرت پا کر
کیا تم ہی خالق ہو میرے
ایک اک نغمہ پوچھ رہا ہے

شکستِ خواب

کوچۂ شوق میں
آوارہ
تمنائیں تھیں
اور کب سے درِ مقصود تھا بند
دیر تک دِل مِرا
زنجیر ہِلاتا ہی رہا
اور پھر دے کے صدا
منتظر تھا کہ کُھلے گا وہ دریچہ
جِس سے
جھانک کر کوئی مجھے دیکھے گا
اور پہچان کے پھر مجھ کو بُلالے گا قریں

اُس نے آواز سُنی
اور درِ مقصود کھُلا
اور پھر پھیل گئی
لمحہ بھر کے لئے نادیدہ مسرّت کی ضیاء
دیپ جلتا رہا ارمانوں کا شعلہ شعلہ
یوں ہی روشن رہا امید کا کمرہ کچھ دیر

پھر یکایک یونہی در آیا اسی کمرے میں
درد کا سایہ جراحت کا لبادہ اوڑھے
بُجھ گیا دیپ تو پھر آنکھ کھُلی
خواب ٹوٹا تو مَیں پھر تنہا تھا
اور اب خوف زدہ ہونکتے اندھیاروں میں
میری ناکام تمناؤں کا دَم گھُٹتا ہے

نشانِ بے نشاں

جہانِ اقتدار کو
تھا میرا انتظار تھا
زمیں کو آسمان کو
یقین کو گمان کو
خیال کے جہان کو
حقیقتوں کی آن کو
مگر مَیں سب سے دُور تھا

مَیں وہ ہوں
جِس کو آج تک
نشاں کبھی کہا گیا
جو منزلوں کا حُسن ہے
وہ راستی کہا گیا
کہیں خدا کا آدمی
کہیں خودی کہا گیا
مگر مَیں بے قصور تھا
حقیقتوں سے دُور تھا
جو اپنی ہی لڑائی میں
اَنا سے چُور چُور تھا

بندھن ٹوٹ سکتے ہیں

بلندی پر ہماری بھی نظر ہے
بلندی اِس زمیں کی آسماں پر ہے
اُڑیں کیسے، ہمارے پَر بندھے ہیں
تمہاری مُسکراہٹ کہہ رہی ہے
ہمارے پاؤں میں زنجیر ہے
ہم چل نہیں سکتے
تمہاری عین خواہش ہے
کہ ہم حد سے گزر جائیں
ہو کوئی حادثہ ایسا
ہمارے پَر بِکھر جائیں
عَدو سے ہم بھی ڈر جائیں
مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور ہے
ہم ملک کی تقدیر کہلائیں
وفا کے کارواں کے میر کہلائیں
سنو یہ جُنبشِ پیہم سے بندھن ٹوٹ سکتے ہیں
مسلسل آتشِ جاں سے پگھل سکتی ہیں زنجیریں
کہ اِک دن قید سے یہ سارے قیدی چھوٹ سکتے ہیں

فکرِ رائیگاں

خیالوں کا سورج
تمازت سے اپنی ہی جل بجھ گیا ہے
مرے ذہن و دل پر کوئی بوجھ سا ہے
حقیقت کو پاکر
اچانک مری سوچ کی کہکشاں ٹوٹتی ہے
مری سادہ لوحی حقیقت سے کیوں آشنا ہے
میں کیوں سوچتا ہوں
یہ اچھا ہے اور یہ بُرا ہے

ہزاروں برس سے یہی ہو رہا ہے
تماشہ نیا اک تماشہ
تماشہ تو ہم آپ سب دیکھتے ہیں
مگر کس کو فرصت ہے یہ سوچنے کی
کہ کیا ہو رہا ہے
مگر کس میں جرأت ہے یہ بولنے کی
جو کچھ ہو رہا ہے غلط ہو رہا ہے
مگر مجھ کو عادت سی ہے سوچنے کی
مرے سوچنے کی بھی عادت بُری ہے

سیلاب

سَرسَراتے نَفَس
کپکپاتے بدن
احتیاطوں کے مابین نیکی بدی
اک مسلسل جھڑی جیسے برسات کی
گرم احساس کا مینہ برستا ہوا
ایک دریا اُمڈتا ہوا ہر طرف
تُند جذبات کا
بند ٹوٹا تو سارا تقدس
نہ جانے کدھر بہہ گیا
آدمی آخرش آدمی رہ گیا
آدمی! آدمی ہے فرشتہ نہیں

دِل

اِن کی
اُن کی
باتیں
سُن کر
کب سے ہے
دُکھیارا دِل
تیری خاطر
اِس دنیا میں
اب تک ہے
بے چارہ دل

دھڑکن ہی کا
نام اگر ہے
دِل تو
اس کو کیا کہیئے
ورنہ
تیری باتوں سے ہے
بالکل
پارہ پارہ دِل

دستکِ درد

نیم شب
دل کے دروں خانے پر
دستکِ درد ہوئی
درِ احساس کھُلا
درد سے درد مِلا
صرف تنفس کی صدا
ایک سیلابِ بَلا
قُرب کے بعد جُدائی کا گِلہ
پچھلی شب بول اُٹھا سنّاٹا
اور پھر دل کے دروں خانے کا
بند ہُوا دروازہ

لمحوں کی قید

وقت مرے آگے پیچھے ہے
میں لمحوں کی بِھیڑ میں گویا
پھنس سا گیا ہوں
تھک سا گیا ہوں،
ماہ و سال کا لمبا رستہ طے کرتا ہے
سانسیں میری پھول چکی ہیں
وقت مِرے آگے پیچھے ہے
میں قیدی ہوں
زیست کا زنداں کب سے کھُلا ہے
ارمانوں کی زنجیروں میں کس کر مجھ کو
لمحوں کو نگران بنا کر
گلیوں، کوچوں، بازاروں، شہروں میں لاکر
وقت نے مجھ کو چھوڑ دیا ہے
بھاگوں بھی تو
بھاگ کے لیکن جاؤں کہاں مَیں
کون سہارا دے گا مجھ کو
گلیوں کوچوں بازاروں میں
اب تو
میری طرح سب ہی قیدی ہیں

تماشا

جب کبھی مجھ پہ گزرتی ہے !
تماشا مَیں ہوں
جب کبھی تم پہ گزرتی ہے !
تماشا تم ہو
اور اِسی طرح سے باری باری
اِس بھرے شہر میں ہم دونوں بھی
ایک دوجے کے تماشائی ہیں

سرِ ساحل

سرِ ساحل سہانی دھوپ بکھری ہے
کئی اجسامِ مرد و زن
سنہری ریت پر لیٹے ہوئے ہیں
کس قدر بے باک ہیں اک دوسرے سے
میں ان سے دور بیٹھا
فکر میں ڈوبا ہوا ہوں
سنہری ریت پر کچھ لکھ رہا ہوں
کئی اندیشہ ہائے روز و شب کو
انگلیوں کی زد میں لاکر
یہ سمجھتا ہوں کہ چھٹکارہ ملا ہے
مگر پھر سوچتا ہوں مَیں
یہ عُریاں جسم کتنے نامناسب
کتنے لاغر کتنے بھدّے ہیں

مگر یہ جسم جب پوشاک میں ملتے ہیں
کتنے باحیا شرمیلے ہوتے ہیں
(تمنّا کی حدوں سے دُور کوئی بھی نہیں جاتا)
سرِ ساحل یہ بالکل اور ہوتے ہیں
اِنہی اجسامِ مرد و زن سے
جب میں شہر میں ملتا ہوں
بازاروں میں بزمِ رنگ و بو میں
کچھ الگ ہی طَور ہوتے ہیں
ہُوئے ہوں جیسے یہ پیدا ہی اپنے پیرہن کے ساتھ

سرِ ساحل چمکتی دھوپ میں
مَیں ان کے احساسات سے مل کر
دماغ و دل سبھی کو چھُو کے آیا ہوں
بہرصورت یہ سارے جِسم ننگے ہیں

ذرا نم ہو تو یہ مٹّی

سُلگتے ہونٹوں کی تشنگی سے کوئی نہ پوچھے
کہ ان میں کب سے تری نہیں ہے
خموش آنکھوں کی جھیل میں
کب سے آنسوؤں کی جھری نہیں ہے
صراحی کی یہ حسیں گردن کی آبرو بھی
جُھکی نہیں حلقِ آگہی میں
کہ خونِ دل سے
رگِ حمیت کی خشک نالی بھری نہیں ہے
زباں سے کہہ دو
کہ خانۂ دل میں
آج تک ابتری نہیں ہے
زمین کب تک نمی کو ترسے
کہیں سے کوئی تو ابر اُٹھے
کبھی تو برسے کہیں تو برسے
یہ آس اب تک مری نہیں ہے

آواز

اُٹھا کر محبّت کے گمبھیر ساگر میں
اِک اور طوفاں
بہت دیر سے زندگی کے تموّج میں
مصروف ہوں مَیں
بہت دُور سے کوئی آواز
کچھ جانی پہچانی آواز آنے لگی ہے
جیسے کانوں میں میرے
کوئی راز کی بات ہی کہہ رہی ہے

سنو! اس طرح تم محبّت کو رسوا نہ کرنا
زمانے کے آگے کبھی اپنا سر خم خدارا نہ کرنا
اگر تم ذرا سی کوئی بات بھی آئینے سے کہو گے

تو سمجھو کہ تم خود ہی مجرم ہو
اور جرم پر جرم کرتے چلے جا رہے ہو
مگر اس پہ پردے پڑے ہیں
محبّت کے پَردے، مروّت کے پَردے، عقیدت کے پَردے
اور ان سب کے اوپر ردا مصلحت کی
وہ آواز اب تک جو تھی دُور مجھ سے قریب آگئی ہے
بہت ہی قریب آگئی ہے
اور پھر مجھ کو ایسا لگا
یہ تو میری ہی آواز ہے مجھ سے ٹکرا گئی ہے

تاریخ

نہ جانے کتنے ہی لوگ آ آ کے
اپنی اپنی زباں میں اپنے کمال فن کے
نشان دے کر
فسانے کہہ کر گزر گئے ہیں
نہ جانے کتنے زمانے بیتے
اور اب یہ تاریخ کے دھندلکے
دکھا رہے ہیں سنبھل سنبھل کے
اک اپنی عظمت کے نقش ہم کو

مَیں سوچتا ہوں
کہ ساری تاریخ اک کھنڈر ہے
ہمارے ماضی کی رفعتوں کا
ہمارے ماضی کی عظمتوں کا
وہ جس کے غم میں ہر ایک اِنساں
بہ فیضِ فکر و نظر خود اپنے ہی حال سے آج بے خبر ہے

مُعَرّا نظم

نِروان

میں پیار کی آگ میں جلا ہوں
ہے میرے من میں گنوں کی اگنی
تمہاری یادوں کی سرسراتی
پَون چلی ہے جو ٹھنڈی ٹھنڈی
تو من کی آشائیں جاگ اُٹھیں
میں جیسے پھر تم کو پا گیا ہوں
مَیں اپنی ہر ایک کلپنا کو
تمہارا ہی نام دے چکا ہوں
اور آج اتنا ہی جانتا ہوں
جو تم نہیں ہو تو میں ہی میں ہوں
تمہیں جو کھویا تو خود کو پایا
کہ مجھ کو جیون نیا مِلا ہے
میں آج اپنا ہی دیوتا ہوں

وطن لوٹنے کے بعد

یادوں کے میلے میں کب سے گھوم رہا ہوں
شہر وفا کی راہوں میں کب سے تنہا ہوں
لمحہ لمحہ دل کا درپن ٹوٹ رہا ہے
لمحہ لمحہ تیرا دامن چھوٹ رہا ہے

رنگ و بُو کی وادی میں جو لوگ ملے ہیں
وہ بھی میری صورت تنہا گھوم رہے ہیں
اپنے اپنے چہروں کو ہاتھوں سے چھُپائے
اپنے ہی سائے کے تعاقب میں حیراں ہیں
اپنی ہی آواز کے پیچھے سرگرداں ہیں
جسم سے اپنے بے پروا ہیں سب ہی سائے

جسم کی بھٹّی جل کر خود ہی سرد ہوئی ہے
گہری سُرخی گہری سیاہی گڈمڈ سی ہے
یہ جو آنکھوں کے آگے کی ویرانی ہے
یہ تو تیری میری اپنی ہی بستی ہے
اِس بستی کے ویرانوں میں گھوم رہا ہوں
تو جو نہیں ہے میں ہر سو بکھرا بکھرا ہوں

ماحول

زندگانی کس قدر مصروف ہے
بات کرنے کی بھی تو فرصت نہیں
میری وحشت کا یہ عالم بھی ہے خوب
جس کو دنیا دیکھ کر حیران ہے
ہوگیا سورج تمنّا کا غروب
اب توجہ آپ کی بے سود ہے
زندگی بھی اب کِسے مقصود ہے
ہوگئے ہیں سب کے سب پتھر قلوب
اب یہ وحشت بھی مجھے وحشت نہیں
اب تو رسوائی بہت معروف ہے
ہر قدم پر اب حسیں صدمات ہیں
زندگانی کے عجب حالات ہیں

بولتی آنکھیں

اجنبی بن کے مجھ کو نہ دیکھو
مجھ سے مل کر کسی روز پرکھو
جب ضرورت پڑے مجھ کو برتو
اور تم بھی کبھی مجھ کو سوچو
میں تمہیں روز و شب سوچتا ہوں

غیر سمجھا نہیں میں نے تم کو
تم بھی مجھ کو نہ یوں غیر سمجھو
میری خواہش کا یہ رُخ بھی دیکھو
جب بھی سوچو تو مجھ ہی کو سوچو
مجھ کو سوچو مجھی سے چھپاؤ

رات بھر تم نے سوچا ہے جو بھی
میرے بارے میں ہر بات خود ہی
صبح آنکھیں تمہاری بتا دیں
سارے پردوں کو خود ہی اُٹھا دیں

شاید پھر اس طرف سے ہمارا گزر نہ ہو

یو اے ای میں مقیم اُن بے شمار ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے نام جو وہاں اُردو کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔

عجمان و شارجہ کی ہواؤ ذرا تھمو
العین کی دُبئی کی فضاؤ ذرا سُنو
اچھی طرح سے ہم کو پھر اِک بار دیکھ لو
شاید پھر اس طرف سے ہمارا گزر نہ ہو

اتنا حسین اتنا دِلآویز و دِلرُبا
ممکن ہے اِسکے بعد دوبارہ سفر نہ ہو
اُردو کی شاعری سے یہ برتاؤ پیار کا
ممکن ہے کیسے قلب پہ اسکا اثر نہ ہو

اُہیَر والو مست رہو اور خوش رہو
یہ میزبانیاں یہ تمہاری لگاوٹیں
شیرینیٔ زباں کی مسلسل گھلاوٹیں
جب یاد آئیں گی ہمیں تڑپائینگی بہت
خوابوں سے پھر جگائینگی یہ نرم آہٹیں
یہ شوخ قہقہے یہ حسیں مسکراہٹیں

العین کی دبئی کی فضاؤ ذرا سنو
عجمان و شارجہ کی ہواؤ ذرا تھمو
اچھی طرح سے ہم کو پھر اِک بار دیکھ لو
شاید پھر اِس طرف سے ہمارا گزر نہ ہو

سناٹا

یہ جانی پہچانی راہیں
انجانی بیگانی راہیں
میرے قدم جن پر پڑتے ہیں
بھیڑ لگی ہے ان راہوں میں
شور قیامت کا برپا ہے
سب کو اپنی اپنی پڑی ہے
ایسے میں کوئی دیوانہ
آ کر مجھ سے یوں کہتا ہے
شہر میں کتنا سناٹا ہے

قومی نظمیں

ہندوستان ہمارا ہے

(آزادی کی گولڈن جوبلی پر)

اب آنکھوں کا یہ تارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے
یہ دنیا بھر میں نیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے
یہ کتنا پیارا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

کچھ آدھی صدی پہلے تک بھی
اِس دیس میں اپنے غلامی تھی
سب خواب ہمارے زخمی تھے
ہر مقصد میں ناکامی تھی
اب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

ہاں چھینی ہم نے آزادی
پھر انگریزوں کے ہاتھوں سے
ہتھیار اہنسا تھا اپنا
پھر بھوت بھگایا باتوں سے
اب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

پھر آزادی کا دیپ جلا
پھر اپنا وطن آزاد ہُوا
پھر گاندھی نہرو کا چرچا
اب ہندوستاں میں گھر گھر تھا

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

پھر مولانا آزاد نے بھی
تعلیم کو ہر سُو پھیلایا
تعلیم کو پا کر کچھ ہم میں
جینے کا سلیقہ بھی آیا

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

پھر چین سے اپنی جنگ ہُوئی
یہ دیکھ کے دُنیا دنگ ہُوئی
اخلاق میں دشمن ہار گیا
اِک دُنیا اپنے سنگ ہُوئی

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

ہم مشرق کے سودائی ہیں
اَب مغرب کو سر کرنا ہے
یُوں پیارے اپنے دشمن کے
اَب دِل میں بھی گھر کرنا ہے

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

جَب محنت کی ہے کسانوں نے
تو آئی ھر سُو ہَریالی
پھر دھیرے دھیرے بھارت میں
اَب چھانے لگی ہے خوشحالی

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

پھر فیکٹریوں میں شور ہُوا
پھر مزدُوروں کا زور ہُوا
پھر مُلک ترقی کرنے لگا
پھر آدمی محنت خور ہُوا

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

پھر ہر دفتر میں رشوت تھی
پھر دیش پہ کالی گھٹا چھائی
پھر شخصی حکومت کے آ گئے
پھر جمہوریت جیت گئی

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

ہم اہلِ محبّت ہیں جا تی
ہم کو نہ کسی سے ڈرنا ہے
جینا ہے محبّت کی خاطر
اَب اِس کی خاطر مرنا ہے

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

ہر کام مثالی ہے اپنا
ہر کام سے دنیا بھی خوش ہے
ہر غیر ہوا ہے اب اپنا
اَب اپنا پرایا بھی خوش ہے

اَب دیس یہ کتنا پیارا ہے
یہ ہندوستان ہمارا ہے

تلقین

(بابری مسجد کی شہادت پر)

چھ دسمبر ہو گیا ہے ہند کا یوم سیاہ
رام سیوک بھول بیٹھے رام کے اخلاق آہ
بابری مسجد کو ڈھا کر کر لیا ایسا گناہ
ہو گئیں انسانیت کی ساری قدریں ہی تباہ
زندگانی ہو گئی ہندوستاں میں بے امین
اے مرے دل صبر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِین

جو اہنسا کے پجاری تھے وہ قاتل ہو گئے
رہنما جو تھے وہی گمراہِ منزل ہو گئے
نام پر امرت کے سب زہرِ ہلاہل ہو گئے
وہ جو طوفاں سے بچے تھے غرقِ ساحل ہو گئے
ہیں ہمارے درمیاں کچھ لوگ شیطانِ لعین
اے مرے دل صبر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِین

کچھ یہاں کم ذات ہیں کچھ لوگ اعلیٰ ذات ہیں
جو ملاتے ہیں انھیں وہ تو ہمارے ہاتھ ہیں
ایسے بے گھر بھی ہیں جنکے گھر یہاں فٹپاتھ ہیں
ہم ہزاروں سال سے اِک دوسرے کیساتھ ہیں
چند ناداں کہہ رہے ہیں یہ نہیں میری زمین
اے مرے دِل صبر اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِین

مَیں مسلماں ہوں مرا بھی حق ہے ہندستان پر
منحصر ہے ایک انساں دوسرے انسان پر
زندگی قائم ہے یوں بھی عہد پر پیمان پر
اب یہاں جلنا ہے دوبھر بن گئی ہے جان پر
آئے گا اِک دن مرا بھی اسکا ہے مجھ کو یقین
اے مرے دِل صبر اِنَّ اللہ مَعَ الصَّابِرِین

بھائی چارے کی ہمیشہ خو بھی میرے ساتھ ہے!
سِکھ بھی عیسائی بھی ہے ہندو بھی میرے ساتھ ہے
ہر قدم پر پیار کی خوشبو بھی میرے ساتھ ہے!
حق کا گر ساتھی ہے تو بھی تو بھی میرے ساتھ ہے!
مَیں نے یہ مانا کہ کچھ ناداں ہیں میرے ہمنشین
اے مرے دل صبر اِنَّ اللہ مَعَ الصَّابِرِین

وقت ہے ہم پر پڑا تو ہے ہمارا اے خُدا
کر رہے ہیں ہم مصیبت میں گزارا اے خُدا
اور تو کب تک کریگا یہ نظارا اے خُدا
اب فقط اِک ہم کو ہے تیرا سہارا اے خُدا
لُطف کر ہم پر برائے رحمت اللعالمین
اے مرے دل صبر اِنَّ اللہ مَعَ الصَّابِرِین

ہے کشمیر ہمارا

منزل ہے قریں ہم سے بہت دُور نہیں ہے
کیا تیرگیٔ شب کے لئے نور نہیں ہے
ویسے تو نشے میں کوئی مخمور نہیں ہے
تقسیمِ وطن اب ہمیں منظور نہیں ہے

بھاری ہے جوانوں پہ ہر اک پیر ہمارا
کشمیر ہے کشمیر ہے کشمیر ہمارا

کشمیر ہے اک اپنی محبت کا سہارا
کشمیر ہے اک حسنِ مجسّم کا اشارہ
کشمیر ہے اک جھیل کا پُرکیف نظارہ
کشمیر ہے اک آج مرے درد کا چارہ

ہے سینۂ دشمن کے لئے تیر ہمارا
کشمیر ہے کشمیر ہے کشمیر ہمارا

کشمیر سے وابستہ ہے یہ زندہ حقیقت
کشمیر سے ہر حال میں ہے ہم کو محبّت
کشمیر سے ہے ہند میں اسلام کی عظمت
کشمیر سے پوری ہوئی تکمیل کی صورت
اِس قافلۂ زیست کا ہے میر ہمارا
کشمیر ہے کشمیر ہے کشمیر ہمارا

کشمیر ہمارے لئے ہے صورت تصویر
کشمیر ہمارے لئے ہے پیار کی تفسیر
کشمیر سے وابستہ ہے اس ملک کی تقدیر
کشمیر ہے اب خون سے لکھی ہوئی تحریر
کشمیر ہے اب خواب کی تعبیر ہمارا
کشمیر ہے کشمیر ہے کشمیر ہمارا

پابند نظمیں

نغمۂ یک جہتی

یہی تو ہے ہم سب کی جان یہ ہے اپنا ہندوستان
اس میں بستے ہیں انسان یہ ہے اپنا ہندوستان

ہندو بھی مسلم بھی ہیں، سکھ بھی ہیں عیسائی بھی
ظاہر میں ہیں غیر مگر، آپس میں ہیں بھائی بھی
اس میں ہے ہم سب کی شان
یہ ہے اپنا ہندوستان

اُتّر دکن سے لے کر پورب پچھم تک ہیں ایک
بھارت واسی جو بھی ہیں سارے اچھے سارے نیک
سیدھے سادھے ہیں انسان
یہ ہے اپنا ہندوستان

کھونے والے کب ہیں ہم اِس دنیا کے میلے میں
ہم کب ہیں بہنے والے انسانوں کے ریلے میں
رکھتے ہیں اپنی پہچان
یہ ہے اپنا ہندستان

سب سے الگ اور سب سے جُدا اپنے جینے کا ڈھب ہے
پیار ہمارا مسلک ہے پیار ہمارا مذہب ہے
سچائی اپنا ایمان
یہ ہے اپنا ہندوستان

بلندی

زمیں و آسماں کے درمیاں ہوں
زمیں پر رہ کے پھر بھی آسماں ہوں
یہ دنیا اب مرا دم بھر رہی ہے
مجھے پانے کی کوشش کر رہی ہے
مگر میں اس سے اونچا ہو گیا ہوں
اسے اچھی طرح پہچانتا ہوں
خرد کا وار سہتا جا رہا ہوں
جنوں کی بات کہتا جا رہا ہوں

اندیشہ

یہ حسیں جسم یہ چاندی سا بدن
ریشمیں گیسو، یہ نازک گردن
لمبی پلکوں کے گھنیرے سائے
مست آنکھوں سے چھلکتی ہوئی مے
چہرہ اک شوخ سی رومانی کتاب
حشر اٹھاتا ہوا سینے کا شباب
ظلم اس طرح نہ ڈھاؤ سج کر
تم سرِ راہ نہ آؤ سج کر
دیکھ کر تم کو ٹھہر جائیں گے لوگ
قتل ہو جائیں گے مر جائیں گے لوگ

رُباعیاتؒ

○

ہر شخص یہی سوچ رہا ہے اب تو
اس راہ میں وہ راہنما ہے اب تو
رہزن بھی ہے حیران کہ یہ روپ ہے کیا
رہبر ہے کہ رہزن سے سوا ہے اب تو

○

نغمہ کیا چیز ہے ترنّم کیا ہے
اُبھرا ہوا اک غم ہے تلاطم کیا ہے
اک طنز ہے زندگی پہ ورنہ جامیؔ
روتے ہوئے چہروں کا تبسّم کیا ہے

○

اس دَور میں کمزور ہے سچائی بہت
ہر جھوٹ کی ہوتی ہے پذیرائی بہت
اب ہو تو علاج اس کا بھلا کیسے ہو
دشمن ہی یہاں بھائی کے ہیں بھائی بہت

اِس دَور کا انسان بہت سستا ہے
ہندو کہ مُسلمان بہت سستا ہے
بازار میں ہر چیز گراں ہے لیکن
افسوس کہ ایمان بہت سستا ہے

○

اللہ کے بندوں کو ستانے والو
معصوموں کو سولی پہ چڑھانے والو
مظلوم کی خالی نہیں جاتیں آہیں
بس یاد رہے اتنا زمانے والو

○

مجبور کو مختار بنانے والے
مغرور کو زردار بنانے والے
ہم لوگ کھلونے ہیں ترے کھیلتا جا
مزدور کو غمخوار بنانے والے

○

تقدیر کے ہاتھوں میں کھلونا ہم ہیں
تدبیر کی ناکامی کا رونا ہم ہیں!
ہم لوگ بھی اِک روز نمایاں ہونگے
مِٹّی میں چھُپایا ہوا سونا ہم ہیں!

آسان نہیں بوجھ وفا کا ڈھونا
دشوار بھی ہے درد کا آساں ہونا
معلوم تو ہو جاتی ہے چہرے کی ہنسی
محسوس کہاں ہوتا ہے دِل کا رونا

○

افلاس کِسے کہتے ہیں معلوم کرو
وِشواس کِسے کہتے ہیں معلوم کرو
اس دَور میں بے آبرو جینے والو
احساس کِسے کہتے ہیں معلوم کرو

○

اقرار بھی تکذیب سے وابستہ ہے
تحسین بھی تادیب سے وابستہ ہے
تدبیر سے تقدیر بنا لو جامیؔ
تعمیر بھی تخریب سے وابستہ ہے

○

تحریر سے تصویر بھی بن جاتی ہے
تصویر سے تفسیر بھی بن جاتی ہے
جُرأت سے تو ہر کام ہے آسان یہاں
تدبیر سے تقدیر بھی بن جاتی ہے

گوشۂ فلسطین

مسلمان دنیا کے سب متحد ہوں

(فلسطین کے پس منظر میں)

جو انسان ہیں منتخب متحد ہوں
ذرا اہلِ عیش و طرب متحد ہوں
ہیں اہلِ نظر باادب متحد ہوں
محبت کا رکھ کر سبب متحد ہوں
جو اب تک نہیں تھے وہ اب متحد ہوں
عجم کے علاوہ عرب متحد ہوں
مسلمان دنیا کے سب متحد ہوں

زمیں ایک تو آسماں ایک ہوگا
محبت میں نام و نشاں ایک ہوگا
ہمارا تمہارا بیاں ایک ہوگا
حقیقت میں سارا جہاں ایک ہوگا
یہ ممکن تو ہے ہم بھی جب متحد ہوں
عجم کے علاوہ عرب متحد ہوں
مسلمان دنیا کے سب متحد ہوں

ہماری خرد کا صلہ بھی ملے گا
ہمیں پاسِ حد کا صلہ بھی ملے گا
گناہوں کے رد کا صلہ بھی ملے گا
خود اپنی مدد کا صلہ بھی ملے گا

یہ ممکن ہے اہلِ طلب متحد ہوں
عجم کے علاوہ عرب متحد ہوں
مسلمان سب دنیا کے متحد ہوں

مقصد میں کامیاب فلسطین اب کے ہو

مقصد میں کامیاب فلسطین اب کے ہو
اِس کے رخِ حیات کی تزئین اب کے ہو
اس کی قدم قدم پہ نہ توہین اب کے ہو
اس کی خوشی میں نعرۂ تحسین[1] اب کے ہو
مانگوں دُعا تو صورتِ آمین اب کے ہو
فرہاد کے نصیب میں شیریں اب کے ہو

وعدے یہود کر کے مُکر جائے گا سدا
ظاہر میں وہ عروب سے ڈر جائے گا سدا
پھر جھوٹ کی حدوں سے گزر جائے گا سدا
سائے میں امریکہ کے سنور جائے گا سدا
سامانِ لطف و راحتِ مسکین اب کے ہو
مقصد میں کامیاب فلسطین اب کے ہو

اہلِ فلسطین اب بھی ہیں اپنے وطن سے دُور
صحرا میں بیت جائے نہ صحنِ چمن سے دُور
رہ جائیں ان کے بچے نہ پھر علم و فن سے دُور
ہو جائے دل کی بات نہ اہلِ سُخن سے دُور
اُن کی ہر ایک بات کی تحسین اب کے ہو
مقصد میں کامیاب فلسطین اب کے ہو

[1] اس ترکیب کو جائز کر لیا ہے

ہمراہ آج بُش کے کلنٹن ہوا تو کیا
برطانیہ بھی راہ کی اَڑچن ہوا تو کیا
صیہونیت کے ہاتھ میں دامن ہوا تو کیا
"اقوامِ متحد" پسِ دشمن ہوا تو کیا
مل کر رہے گا حق بھی فلسطین کا یہاں
ساماں بھی ہوگا روح کی تسکین کا یہاں

فلسطین زندہ باد

(مخمس)

ہے میرا نام فلسطین، مَیں شجاعت ہوں
ہے میرے نام سے وابستہ جراتِ دنیا
ہے میرے نام سے وابستہ عظمتِ دنیا
ہے میرے نام سے وابستہ غیرتِ دنیا
ہے میرا نام فلسطین، مَیں صداقت ہوں
ہے میرا نام فلسطین، مَیں بشارت ہوں

وجود میرا ہے اسلام کی حمایت سے
عدو ہے خوف زدہ آج میری طاقت سے
جہاں میں امن رہے گا مری حکومت سے
ہے میرا نام فلسطین، مَیں صیانت ہوں
ہے میرا نام فلسطین، مَیں فضیلت ہوں

اُٹھو اُٹھو کہ فلسطین زندہ باد کہو!
چلو چلو کہ فلسطین زندہ باد کہو!
بڑھو بڑھو کہ فلسطین زندہ باد کہو!
ہے میرا نام فلسطین، مَیں حکومت ہوں
ہے میرا نام فلسطین، خوبصورت ہوں

نگاہ سب کی لگی ہے ترے کرم کی طرف
چلا ہے قافلہ میرا بھی کیف وکم کی طرف
قدم بڑھے ہیں سبھی کے یروشلم کی طرف
ہے میرا نام فلسطین، اپنی جنّت ہوں

فلسطین زندہ باد

(مسدس)

ہے میرا نام فلسطین، میں حقیقت ہوں
مرے وجود سے ہے زندگی زمانے میں
مرے وجود سے ہے آگہی زمانے میں
مرے وجود سے ہے آدمی زمانے میں
کرو جو مجھ سے محبت تو میں محبت ہوں
ہے میرا نام فلسطین میں حقیقت ہوں

جو میرے بھائی ہیں ان کے لیئے اخوّت ہوں
مرا وجود ہے امن و اماں کی سچائی
مرا وجود ہے حُسن جہاں کی سچائی
مرا وجود ہے نام و نشاں کی سچائی
رہِ حیات میں سچائی کی شہادت ہوں
ہے میرا نام فلسطین میں حقیقت ہوں

جہادِ زیست میں احساس کی قیادت ہوں
مرے بغیر مکمل نہیں یہ گلشنِ جاں!
مرے بغیر مکمل نہیں یہ ارض و سماں
مرے بغیر مکمل نہیں وجودِ جہاں
وجودِ حسنِ جہانگیر کی ضرورت ہوں
ہے میرا نام فلسطین، میں حقیقت ہوں

میں اپنے جاگے ہوئے وقت کی خلافت ہوں
ہے میرے ساتھ مری زندگی کی سرگرمی
ہے میرے ساتھ جہادِ خودی کی سرگرمی
ہے میرے ساتھ رہِ راستی کی سرگرمی
میں زندگی ہوں رگِ زیست کی حرارت ہوں
ہے میرا نام فلسطین میں حقیقت ہوں

نوائے اہلِ فلسطین

دل میں جو آگ ہے وہ بجھے گی نہیں کبھی
رفتار قافلے کی تھمے گی نہیں کبھی
یہ دھاندلی عدو کی چلے گی نہیں کبھی
نشّے میں حُریّت کے جوان اور پیر ہے
ہر نوجواں ہمارا خلیل الوزیر ہے

گولی کا اس کی دیتے ہیں پتھر سے ہم جواب
لائیں گے ہم نہتے ہی اک روز انقلاب
اب دیکھنا ہے لائے گا کب تک ہماری تاب
ایک ایک خشت سینۂ دشمن پہ تیر ہے
ہر نوجواں ہمارا خلیل الوزیر ہے

دشمن کے ساتھ ویٹو کی طاقت رہی تو کیا
طاقت کے ساتھ اس کی حماقت رہی تو کیا
جاہل کے پاس جھوٹی لیاقت رہی تو کیا
ہر دم ہمارے ساتھ ہمارا ضمیر ہے
ہر نوجواں ہمارا خلیل الوزیر ہے

ہم نے نظر اتاری فلسطین کے لئے
لگ جائے عمر ساری فلسطین کے لئے
ہے زندگی ہماری فلسطین کے لئے
یہ سرزمیں، ہماری بڑی دل پذیر ہے
ہر نوجواں ہمارا خلیل الوزیر ہے

اسرائیل

ہے ضرورت تیرگیٔ راہ میں قندیل کی
حد بھی ہوتی ہے مسلمانو خدا کی ڈھیل کی
کیا حقیقت ہے سمندر کے مقابل جھیل کی
آئی ہے شامت یقیناً اب تو اسرائیل کی
اب دکھا دو آئینہ کم بخت اسرائیل کو
دو سزا ہر حال میں اب سخت اسرائیل کو

کی ہے اب کے اک حماقت پھر سے اسرائیل نے
کی ہے اب کے اک شرارت پھر سے اسرائیل نے
کی ہے اب کے اک ذلالت پھر سے اسرائیل نے
کی ہے اب کے اک عداوت پھر سے اسرائیل نے
مسجدِ اقصیٰ کو ڈھانے کے ارادے اس کے ہیں
پھر سے ہم کو آزمانے کے ارادے اس کے ہیں

آئی ہے گھر بیٹھے شامت اب کے اسرائیل کی
گویا بن جائے گی تربت اب کے اسرائیل کی
اس قدر بگڑے گی صورت اب کے اسرائیل کی
بن کے رہ جائے گی دُرگت اب کے اسرائیل کی
اب مُسلمانوں کو اسرائیل جانا چاہیئے
سارے اسرائیل پر قبضہ جمانا چاہیئے

یہ تماشہ ناگوارا ہے اِسے مت بھولیئے
دل کی صورت چاند تارا ہے اِسے مت بھولیئے
یہ اُخوّت کا نظارا ہے اِسے مت بھولیئے
قبلۂ اول ہمارا ہے، اِسے مت بھولیئے
مسجدِ اقصیٰ جہاں بھر کے مسلمانوں کی ہے
جو شہیدِ وقت ہیں ایسے نگہبانوں کی ہے

———

قطعہ

کشادہ یہ مرا دامن رہا ہے
کما کر پیسہ پیسہ جوڑتا ہوں
نشیمن رفتہ رفتہ بن رہا ہے
مسلسل تنکا تنکا جوڑتا ہوں

سانیٹ

تری یولے

شیشہ

(سانیٹ)

کہنے والے تو بہر حال کہا کرتے ہیں
سننے والوں پہ ہے موقوف حقیقت کی تمیز
ظلم کرتے رہیں پردے میں محبّت کے عزیز
سہنے والے تو بہر حال سہا کرتے ہیں

لوگ پتھراؤ جو کرتے ہیں تو کب دیکھتے ہیں
چیز ہر ایک ہے نازک مرے میخانے کی
ایک تاریخ ہوا کرتی ہے ویرانے کی
دیکھنے سُننے کو سب سُنتے ہیں سب دیکھتے ہیں

کاش سب شیشے کے ہو جائیں مرے شہر کے لوگ
دل بھی شیشہ ہو نظر شیشہ جگر شیشہ ہو
بام و در شیشہ ہو گھر شیشہ نگر شیشہ ہو
سب کے سب شیشے کے ہو جائیں اگر دہر کے لوگ

پھر تو آپس میں نہ ٹکرائے گا شیشہ کوئی
پھر نہ شیشے پہ چلے گا کبھی تیشہ کوئی

دفتر کی میز پر

بہت دیر سے سوچ کی روزنوں سے
وفا کی کوئی روشنی چھن رہی ہے
بہت دیر سے زندگی بن رہی ہے
مرے درمیاں قلب کی دھڑکنوں سے

نہ جانے کہاں گم ہے ٹائپسٹ لڑکی
خود اپنے کو وہ مجتمع کرتے کرتے
بکھر جاتی ہے خود سنورتے سنورتے
بظاہر نہیں اُس پہ اُفتاد کوئی

میں خود اپنے بارے میں جب سوچتا ہوں
تو ماحول کہتا ہے پابند ہو تم
یہ مانا کہ افسر ہی ہرچند ہو تم
بہرحال دفتر میں میں کھو گیا ہوں

ذخیرہ مری میز پر فائیلوں کا
اِک افسانہ ہے دفن زندہ دلوں کا

ترائیلے

احباب

تم نے اِحساس دلایا تو مِلا اپنا پتہ
ورنہ میں آپ ہی اپنے سے نہیں تھا واقف
خوابِ غفلت سے جگایا تو مِلا اپنا پتہ
تم نے احساس دلایا تو مِلا اپنا پتہ
راستہ تم نے دکھایا تو مِلا اپنا پتہ
خود ہی اپنا تھا عَدو اور تھا خود سے خائف
تم نے احساس دلایا تو مِلا اپنا پتہ
ورنہ میں آپ ہی اپنے سے نہیں تھا واقف

ترے ہونے سے

ہر ادا تیری مجھے بزم کی رونق ہی لگے
تیرے ہونے سے ہر اک چیز کا احساس رہا
ورنہ یہ دُنیا بھی صحرائے لق و دق ہی لگے
ہر ادا تیری مجھے بزم کی رونق ہی لگے
اور ہر بات تری مجھ کو تو برحق ہی لگے
تیری ہر بات کا ہر وقت مجھے پاس رہا
ہر ادا تیری مجھے بزم کی رونق ہی لگے
تیرے ہونے سے ہر اک چیز کا احساس رہا

فیشن

نہ جانے چل پڑا ہے کیسا فیشن
تمیزِ مرد و زن باقی نہیں ہے
انہیں پہچانوں کیسے ہے یہ اُلجھن
نہ جانے چل پڑا ہے کیسا فیشن
بچاؤں کس طرح میں اپنا دامن
زلیخاؤں کا فن باقی نہیں ہے
نہ جانے چل پڑا ہے کیسا فیشن
تمیزِ مرد و زن باقی نہیں ہے

یادِ رفتگاںؒ

سرسید

سرسید گلشن

سب سے الگ وہ پھول کہ خوشبو جس کی ہر آنگن
علم کی دستک بن جاتی ہے دل کی ہر دھڑکن

سرسید انسان

انسانوں میں ایک مجاہد اِک مردِ میدان
علم و ہُنر میں سب سے اونچا سب سے عالیشان

سرسید لیڈر

علم و عمل پیغام ہے جس کا، پہنچا ہے گھر گھر
روشن راہ دکھانے والا اِک سچا رہبر

سرسید احساس

جس کے دم سے جہل مِٹا اور بندھی عمل کی آس
جس کے دم سے ہند کی مٹی میں ہے سوندھی باس

سرسید ہمراز

جس کے نغمے گھر گھر گونجے بجے سریلا ساز
جس کے پیارے بول ہیں گویا ہر دل کی آواز

بابائے اُردو حبیب الرحمٰن

صرف نیکی کی عبارت ہیں حبیب الرحمٰن
اپنی جنّت کی بشارت ہیں حبیب الرحمٰن
جائداد آپ نے بخشی ہے کروڑوں کی ہمیں
خوب اردو کی عمارت ہیں حبیب الرحمٰن

اک فرشتہ صفت انسان حبیب الرحمٰن
آپ اپنی جگہ ذی شان حبیب الرحمٰن
جو اتارا نہیں جاسکتا قیامت تک بھی
ایک اردو پہ وہ احسان حبیب الرحمٰن

گیت اردو کا ہر ایک موڑ پہ گایا تُو نے
ہم پہ سرمایہ کروڑوں کا لُٹایا تُو نے
بھول سکتے ہی نہیں ہم یہ عنایت تیری
راستہ اردو کی خدمت کا دکھایا تو نے

اردو کا اک نشان ہے یہ گلشنِ حبیب
جامی پہ مہربان ہے یہ گلشنِ حبیب
زرخیز ہے زمیں مرے اُجڑے دیار کی
اُردو کا آسمان ہے یہ گلشنِ حبیب

جگرؔ[1] صاحب

مضطرب بے سکوں جگر صاحب
زندگی کا فسوں جگر صاحب

سازِ دل سازِ زندگی گویا!
اک حسیں ارغنوں جگر صاحب

وہ بُلاتے تو مَیں یہ کہتا تھا
آپ کے ساتھ ہوں جگر صاحب

کام کرتے ہوئے نہ تھکتے تھے!
کام کا اِک جنوں جگر صاحب

ہمت افزائی سب کی کرتے تھے
قدر دانِ فنوں جگر صاحب

آخری عمر میں بھی رکھتے تھے
جوش و جذبہ فزوں جگر صاحب

کرکے چھوڑا ہمیشہ نفرت کا
سر مسلسل نِگوں جگر صاحب

کرتے رہتے تھے غیر کی خاطر
آرزوؤں کا خوں جگر صاحب

پیار جامیؔ کا دیکھ لیجیے گا
ہے ابھی جوں کا توں جگر صاحب

---

[1] محبوب حسین جگر جوائنٹ ایڈیٹر روزنامہ سیاست، جن کی شفقت نے مجھے اپنا بنالیا تھا۔

ڈاکٹر حسینی شاہد کی رحلت پر

تھے محقق بڑے دکتور حسینی شاہد
دکنی تحقیق میں مشہور حسینی شاہد
راہیٔ مُلکِ عدم ہو گئے ہنستے ہنستے
چھوڑ کر یوں ہمیں رنجور حسینی شاہد

○

دیکھ لیتے تھے بہت دُور حسینی شاہد
پیش گوئی میں تھے مشہور حسینی شاہد
آپ وہ بات کہا کرتے تھے منہ سے اپنے
جو خُدا کو بھی تھی منظور حسینی شاہد

○

زندگی یوں بھی ہے مشکور حسینی شاہد
موت بھی ہو گئی مجبور حسینی شاہد
آپ کے ساتھ نے مجھ کو یہ انا بخشی ہے
میں بھی ہوں آپ پہ مغرور حسینی شاہد

○

تھے بھی حق گوئی میں مشہور حسینی شاہد
ظلمتِ جہل میں اِک نور حسینی شاہد
مجھ کو ہوتا رہا محسوس ہمیشہ جامیؔ!
تھے مرے دَور کے منصور حسینی شاہد

رباعیات

(خیرات ندیم کی موت پر)

اب کس سے لطیفوں کی سُنیں بات ندیم
ہو گی نہیں اب تم سے مُلاقات ندیم
جب بات کہیں زندہ دلی کی ہو گی
یاد آؤ گے بے ساختہ خیرات ندیم

○

الفاظ کی کرتا رہا شاعر تجسیم
ہوتا رہا احساس بھی ہر دم ترقیم
اب کون اُچھالے گا ہنسی میں غم کو
احباب میں باقی نہیں خیرات ندیم

شاذ تمکنت کی یاد میں

زمیں کے چاند ستاروں سے
میرا رشتہ ہے
چمن کی ساری بہاروں سے
میرا رشتہ ہے
حسین و شوخ نظاروں سے
میرا رشتہ ہے
جو میری منزلِ مقصود سے ملاتے ہیں
تمہاری راہ گزاروں سے
میرا رشتہ ہے

●

مگر میں پھر بھی اکیلا ہوں
چاند تاروں میں
تمہارا ساتھ نہیں ہے
بھری بہاروں میں
نہیں ہے دلکشی باقی
حسیں نظاروں میں

●

کوئی نہیں ہے یہاں جس کو کہہ سکوں اپنا
تمہاری طرح کوئی ہمنوا نہیں ملتا
تمہارے بعد یہاں ہر کوئی پرایا ہے
جو ہم سخن ہے اسے ہمسری کا دعویٰ ہے
پھر اس کے بعد فقط کاروبارِ دُنیا ہے

تمہاری یاد نے یہ کیا بنا دیا مجھ کو
یہ کیسا آئینہ لاکر دکھا دیا مجھ کو
بیاضِ شام ہے تم ہو نوائے نغمہ
اکیلا رہ کے بھی جامی کہاں اکیلا ہے

اکمل حیدرآبادی کی رحلت پر

نہ جانے کیوں نہیں آتا ہے ہم کو اِس کا یقیں
کہ تم ہوئے ہو اچانک ابھی جدا ہم سے
کہ ہنستے کھیلتے یکدم ہوئے خفا ہم سے
کچھ ایسا لگتا ہے تم پاس ہو یہیں ہو کہیں

یہ زندگی تھی تمہارے لیئے بہت ہی حسیں
جسے بھی چاہا اُسے پا کے دم لیا تم نے
ہر ایک بات کو نمٹا کے دم لیا تم نے
تمہارے واسطے تھا آسماں بھی جیسے زمیں

تمہارے واسطے دولت تو کوئی چیز نہیں
محبتوں کے خزانے لٹا دیئے تم نے
شرافتوں کے بہانے لٹا دیئے تم نے
پتہ چلا کہ ہے انسانیت کہیں نہ کہیں

زمانہ آج ہے اکملؔ حزیں بہت ہی حزیں
تمہارے بعد ہے بزمِ ادب میں سناٹا
ہوا ہے شعر و ادب کا بہت بڑا گھاٹا
تمہارے بعد تو جامیؔ بھی پُرسکون نہیں

مکتبہ شاداب میں میری صدارت میں مشاعرہ تھا، اکمل نے اس مشاعرہ میں سب سے زیادہ داد حاصل کی گویا مشاعرہ لوٹ لیا، غزل سنا کر وہ میرے قریب آکر بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر بعد میرے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔ وہ مجھ سے اکثر اظہارِ محبت اسی طرح کیا کرتے تھے لیکن جب تا دیر کندھے سے سر نہیں اٹھایا تو پتہ چلا کہ روح پرواز کر چکی ہے۔

عاتق شاہ کے نام

ایک مُدّت سے آشنا تھی وہ
زندگی ایک حادثہ تھی وہ
جس پہ کستے رہے سواری یہ
مائی ڈیر شکنتلا[1] تھی وہ

○

جو مرے شہر کی بڑھتی ہوئی آبادی ہے
یونہی بے طرح سے جی لینے کی یہ عادی ہے
لیکن اس بار بھی کہتے ہیں یہی عاتق شاہ
زندگی آج بھی فٹ پاتھ کی شہزادی[2] ہے

[1] مائی ڈیر شکنتلا: عاتق شاہ کی ایک کتاب کا نام، اس کے علاوہ ان کی سائیکل کا نام بھی شکنتلا تھی۔
[2] فٹ پاتھ کی شہزادی: عاتق شاہ کی ایک اور کتاب کا نام۔

حسن یوسف زئی

زندگی بھر پیار کا سودا حسن یوسف زئی
عشق کے اظہار کا منشا حسن یوسف زئی

رات دن احساس جسکا جاگتا رہتا تھا وہ
کھو گیا کس جا بھلا اپنا حسن یوسف زئی

دوستوں کے واسطے اتنے دنوں کے بعد بھی
ہے ابھی تازہ ترا صدمہ حسن یوسف زئی

رہنے سہنے کھانے پینے کے سلیقے سے الگ
تھا ترا معیار بھی اونچا حسن یوسف زئی

تیرے افسانوں میں ملتی ہے سہانی زندگی
سارے کرداروں میں ہے یکتا حسن یوسف زئی

تیرے اخلاقِ حمیدہ کا حسیں کردار کا
ہر طرف ہے تیرا ہی چرچا حسن یوسف زئی

اِس دکھاوے کے اُجالے میں بصد عجز و کمال
زندگی بھی تھی تِری سادا حسن یوسف زئی

آگئی بے ساختہ اِس دِل کو تیری یاد بھی
بیٹھے بیٹھے جب بھی دِل دھڑکا حسن یوسف زئی

جب خیال آتا ہے تیری زندگی کے پیار کا
یوں لگا اک آئینہ ٹوٹا حسن یوسف زئی

دوست اپنے یوں تو سب اچھے ہی ہیں جامی مگر
دوستوں میں تھا بہت اچھا حسن یوسف زئی

ریاست علی تاج کے نام

(یہ نظم اُن کی زندگی ہی میں لکھی گئی تھی)

آگہی ہے ریاست علی تاج سے
بےخودی ہے ریاست علی تاج سے

مختصر مختصر چند لمحوں میں بھی!
سرخوشی ہے ریاست علی تاج سے

وہ بھی سچ بولتا ہے فقط اِس لئے
دوستی ہے ریاست علی تاج سے

ہوش میں، خواب میں، بزمِ احباب میں
زندگی ہے ریاست علی تاج سے

سوز بھی، ساز بھی، دِل کی آواز بھی
ناز بھی ہے ریاست علی تاج سے

ہم نے جامیؔ سے ہٹ کر سُنا ہے یہی
شاعری ہے ریاست علی تاج سے

محمود انصاری

صحافت میں قلم کی دھاک تھا محمود انصاری
حقیقت میں بڑا بے باک تھا محمود انصاری
ہمیشہ حق کی خاطر تھام لیتا تھا قلم اپنا
رُخِ مخفی کا پردہ چاک تھا محمود انصاری
برستی تھی سدا معصومیت پُرجوش چہرے پر
زمیں پر مردُمِ افلاک تھا محمود انصاری
سمجھداری سے اکثر کام لے کر فیصلہ کرتا
بڑا ذی فہم تھا چالاک تھا محمود انصاری
فسادوں میں ستم ڈھاتے ہوئے شیطاں سے ٹکرلی
اگرچہ ایک مشتِ خاک تھا محمود انصاری
جہاں جاتا تھا، تہذیبِ دکن بھی ساتھ جاتی تھی
جہاں بھر میں دکن کی ناک تھا محمود انصاری
کبھی کیچڑ اُچھالی ہی نہیں اپنے مخالف پر
ادب میں گندگی سے پاک تھا محمود انصاری
ادیبوں شاعروں سے دوستی رکھتا تھا وہ جامی
زمانے کا حسیں ادراک تھا محمود انصاری

مسیحا چلا گیا

(امام خمینی کی رحلت پر)

وہ رہبرِ عوام خمینی تھا جس کا نام
وہ مردِ ذی مقام خمینی تھا جسکا نام
وہ اہلِ احترام خمینی تھا جسکا نام
اِک دور کا امام خمینی تھا جسکا نام
ظلم و ستم کے نقش جہاں سے مِٹا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

جسنے سکھائے ذہنِ رسا کو جنوں کے طور
کرتا ہے اب جنوں بھی ہر اک زاویے پہ غور
جسکے سبب سے مِٹ گیا شاہی کا ظلم و جور
جسکے عمل سے آہی گیا انقلابی دور
رہبر خمینی قوم کو رستہ بتا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

اُس نے دِکھایا حق و صداقت کا راستہ
مذہب کا راستی کا ہدایت کا راستہ
منزل کا آگہی کا قیادت کا راستہ
اہلِ جہاں کو حسنِ سیاست کا راستہ
اِک انقلاب بن کے زمانے پہ چھا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

غیروں نے پکڑے کان خمینی کے نام سے
اپنوں میں آئی جان خمینی کے نام سے
اسلام کی ہے شان خمینی کے نام سے
حیران ہے جہان خمینی کے نام سے

سوئی ہوئی تھی قوم کی قسمت جگا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

ماتم کُناں ہے آج تمنّا کی سرزمیں
ماتم کُناں ہے آج بہر سُو مرا یقیں
ماتم کُناں ہے آج چمکدار ہر جبیں
ماتم کُناں ہے آج ہر اِک حُسنِ دل نشیں

آج ایک عہدِ نَو کا مسیحا چلا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا

ہمدرد تھا حکیم تھا وہ اہلِ درد تھا
اپنے عمل میں اپنی اداؤں میں فرد تھا
منزل نشین ہو کے بھی صحرا نورد تھا
"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

بام و درِ عمارتِ مغرب ہلا گیا
دُنیا کو زندگی کا سلیقہ سِکھا گیا